باب 3

شکار باز

اس نے دیکھا.....

گھنا جنگل ہے.....اونچے درخت...جھاڑیاں....کہیں بلندی کہیں نشیب ...

اور وہ دونوں بھاگتے چلے جا رہے تھے....

تیز سانس لینے کی آوازیں.... ہانپتے ہوئے بار بار گردن موڑ کے پیچھے دیکھنا اور اندھا دھند دوڑنا....

وہ خود کو واضح دیکھ سکتی تھی....الجھے بکھرے آدھے بندھے سنہرے بال....چہرے پہ مٹی اور زخموں کے نشان....ڈھیلا ڈھالا سا لباس پہنے، وہ بھاگتی جا رہی تھی....کتوں کے بھونکنے اور غرانے کی آوازیں تعاقب کر رہی تھیں.....

کوئی اس کے ساتھ بھاگ رہا تھا....وہ بھی بار بار گردن گھما کے تعاقب کرنے والوں کو دیکھتا تھا....

پھر ایک دم وہ رک گئی....جھک کے گہرے گہرے سانس لینے لگی....وہ جو چند قدم آگے نکل گیا تھا' واپس مڑا۔

''چے تالیہ....رکیں گی تو ان کا شکار بن جائیں گی....دوڑیے....'' وہ اس کے کندھے کے پیچھے گھبراہٹ سے کچھ دیکھتا تھا....

''نہیں....'' اس نے پھولتی سانسوں کے درمیان دائیں بائیں گردن ہلائی۔''ان کے پاس شکاری کتے ہیں۔تالیہ نہیں بھاگے گی۔'' وہ کہتے ہوئے دائیں طرف بڑھی....چند قدم اٹھائے....آوازیں قریب آ رہی تھیں....

''چے تالیہ....آپ کیا کر رہی ہیں؟''

''تالیہ اور ایڈم میں یہی فرق ہے..تم ایڈم شکار بن کے سوچتے ہو....میں شکار باز بن کے سوچتی ہوں....'' وہ ادھر ادھر جھاڑیوں میں ہاتھ مار رہی تھی۔''اگر میں شکاری ہوتی تو تالیہ اور ایڈم کو کیسے ڈھونڈتی؟''

''کیسے؟''

دو چیزیں....دو چیزیں ہوتی ہیں شکاری کتوں کے پاس جن سے وہ شکار کو پکڑتے ہیں....'' اس نے جھاڑیوں میں کچھ تلاش کرتے انگلیوں کی وی بنا کے پیچھے دکھائی۔''ان کی رفتار اور سونگھنے کی حس....'' وہ دھونکنی کی طرح چلتے تنفس کے درمیان رک رک کے کہہ رہی تھی۔''رفتار اتنی تیز ہوگی جتنا تیز مالک چل سکتا ہے' اس نے کتے کی زنجیر تھام رکھی ہوتی ہے.....شکاری کتوں کو زنجیر کے بغیر کوئی نہیں

جنگل میں لاتا....اوراس کا مالک اتنا تیز نہیں ہے....کتوں کو ہم تک پہنچنے میں وقت لگے گا.....ہمیں کتے سے زیادہ نہیں' اس کے مالک سے زیادہ تیز بھاگنا ہے۔"

بھونکنے کی آوازیں ہر پل قریب ہو رہی ہیں.....

"اور دوسری چیز...."

"اس کی حس مشامہ...." اس نے دمے کے مریض کی طرح سینے پہ ہاتھ رکھ کر سانس لیتے ہوئے کہا۔ "سونگھنے کی خوشبو...." پھر چند پتے توڑ کھینچے۔" کالی مرچ کا پودا...اور وہ دیکھو..." بازو لمبا کر کے درختوں کی طرف اشارہ کیا۔"وہ شہتوت کا درخت....منگلدو....انڈین شہتوت....ان کی خوشبو کتوں کے لئے ناقابلِ برداشت ہوتی ہے....وہ اس بو کا تعاقب نہیں کرتے....ان کو خود پہ مل لو ایڈم...ہم شکاریوں سے اور کسی طرح سے نہیں بھاگ سکتے....."

"یہ سب آپ کو کس نے بتایا ہے تالیہ؟" وہ دم بخود کھڑا تھا۔تالیہ نے زرد چہرہ اٹھا کے نقاہت سے اسے دیکھا۔

"کسی نے نہیں....میں خود شکار باز ہوں' بے وقوف!...." وہ کہہ کے درخت کی طرف بڑھی تھی....کتوں کے بھونکنے اور غرانے کی آوازیں بلند ہو چکی تھیں۔وہ قریب تھے....بہت قریب.....

☆......☆......☆

"آپ تنگو کامل کی ملازمہ ہیں نا؟"

تالیہ مراد اپنی جگہ بالکل سن کھڑی رہ گئی۔

"آپ کے بال فرق تھے' اور حلیہ بھی' مگر آپ وہی ہیں' ہے نا؟ اس دن آپ نوکرانی کیوں بنی ہوئی تھیں؟" اس کے انداز میں سادگی اور تعجب تھا۔

تالیہ کی رنگت گلابی پڑنے لگی۔لمحے بھر کو وہ اپنی جگہ منجمد ہو گئی۔شل۔ساکت۔پھر داتن کی آواز کان کے آلے سے چنگھاڑی۔

"یا اللہ.....یہ کون ہے؟ اس نے کیسے پہچانا؟ تالیہ بھاگو یہاں سے....میں کارگیلری کے دروازے تک لاتی ہوں۔"

مگر وہ لمحہ گزر گیا' اور ہرنی جیسی آنکھوں والی لڑکی نے لب بھینچ لیے۔بھنویں اکٹھی کیں' اور چار پانچ قدم قریب آئی' یہاں تک کہ وہ ایڈم کے عین مقابل آ کھڑی ہوئی۔

"سوری' مجھے سنائی نہیں دیا۔کیا کہا آپ نے؟" ہر عادی جھوٹے کی طرح اس نے جواب سوچنے کے لئے وقت حاصل کیا۔

"میں.....سوری میں کہہ رہا تھا کہ اس دن فاتح صاحب کے ساتھ آپ کی طرف آیا تھا۔آپ تنگو کامل کی ملازمہ ہیں نا۔" وہ بلا کسی ڈر جھجک کے سادگی سے پوچھ گیا۔عام سا چینی نقوش کا نوجوان اور اس کی سادگی....تالیہ کے ماتھے پہ بل پڑے۔

''کون ہو تم؟ وان فاتح کے ملازم؟''

''جی میں....''

''ادھر آؤ....تم!''اس نے ایک دم چہرہ غصے سے لال بھبھوکا کر کے چٹکی بجا کے باڈی گارڈز کو اشارہ کیا جو عصرہ کے آفس کے سامنے کھڑے تھے۔ پولیٹیکل سیکرٹری نے اس طرف دیکھا تو چونک گیا۔ایڈم کے سامنے کھڑی طرح دارا میر سی لڑکی غصے سے اسے بلا رہی تھی۔وہ پریشانی سے اس طرف دوڑا۔

''کیا مسز فاتح اس طرح گیلری آئے مہمانوں کو بے عزت کرتی ہیں؟''

''سوری میم....کیا ہوا؟''

''میں ابھی ابھی مسز عصرہ کی چیریٹی کے لئے ایک بڑی ڈونیشن کی کمٹمنٹ کر کے آئی ہوں اور باہر کھڑا یہ باڈی مین مجھے روک کر کہتا ہے کہ تمہاری شکل ایک بدصورت غریب ملازمہ جیسی ہے۔یا اللہ.... یا اللہ....''اس نے ہونٹ گول کر کے سانس باہر نکال' اپنے ہاتھ سے چہرے پہ پنکھا جھلا' جیسے ایک دم اس کا شوگر لو ہو رہا ہو.....

ایڈم کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ششدر سے ہو کر اس نے سیکرٹری کو دیکھا۔''نہیں' میں نے یہ نہیں کہا' میں تو کہہ رہا تھا کہ تنکو کامل....''

''یہ کیا چیز پال رکھی ہے مسز عصرہ نے؟ ہاں؟''وہ نزاکت بھرے غصے سے چلائی۔''کیا مجھ سے کوئی غلطی ہوئی تھی جو اس طرح میری توہین کی جا رہی ہے؟....یہ رکھو کارڈ اور مسز عصرہ کو کہہ دینا کہ میں اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتی۔یا اللہ.... یا اللہ!''اس نے کلچ سے کارڈ نکال کے سیکرٹری کے منہ پہ پھینکا اور مڑ گئی۔باریک ہیل سے چلتی وہ راہداری میں آگے بڑھتی جا رہی تھی۔سیکرٹری گھبرا کے اس کے پیچھے دوڑا۔

''میم....رکیں پلیز....آپ مت جائیں....میں معذرت کرتا ہوں بلکہ ایڈم آپ سے خود معذرت کرے گا.....میم سنیں تو۔''

مگر وہ ہاتھ جھلا کے' اس کو دفعان ہونے کا اشارہ کر کے تیز تیز سیڑھیاں اترنے لگی۔ابھی تک خود کو ہاتھ سے پنکھا جھل رہی تھی جیسے نازک اندام طبیعت پہ یہ سب بہت گراں گزرا ہو۔سیکرٹری نے بے چارگی سے اسے جاتے دیکھا' پھر پلٹا اور کسی بھوکے شیر کی طرح ایڈم کی طرف آیا۔وہ اپنی جگہ حیران پریشان کھڑا تھا۔

''تم....تمہیں سمجھایا تھا میں نے کہ اپنی حد میں رہو۔''

''نہیں سر' میں نے ان کی شکل کا تو نہیں کہا۔یا اللہ....میں تو کہہ رہا تھا کہ اس دن وہ ان کی ملازمہ تھی' اور اب.....''

''بکواس بند کرو!''سیکرٹری نے زور سے اس کو کندھے سے پکڑ کے پیچھے دھکا دیا تو ایڈم کا چہرہ سرخ ہوا' مگر اس نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ لیں۔''سر آپ زیادتی کر رہے ہیں۔''

''تمہیں تو اب میں بتاؤں گا کہ زیادتی کے معنی کیا ہوتے ہیں۔''وہ آندھی طوفان کی طرح اندر لپکا۔

آفس میں وہ تینوں اسی طرح کھڑے تھے۔عصرہ برہمی سے کچھ کہہ رہی تھی'اس کے یوں مدخل ہونے پہ اس طرف متوجہ ہوئی۔

''میم....وہ جو مِس یہاں سے ابھی ابھی گئی ہیں' وہ کارڈ واپس کر گئی ہیں۔ بہت غصے میں تھیں۔''

''کیا؟'' جہاں عصرہ کا دماغ بھک سے اڑ گیا' وہیں ایش تیزی سے سیدھا ہوا۔''کیوں؟ کیا ہوا؟'' فاتح مرکزی کرسی پہ بیٹھا تھا' بنا کسی تاثر کے سیکرٹری کو دیکھے گیا۔

''ایڈم نے ان سے بدتمیزی کی۔ان کو روک کے ان پہ جملے کسے۔وہ اس توہین پہ برا منا کے چلی گئیں۔''

''ایڈم کون ہے؟'' اشعر نے ناگواری سے ٹوکا۔

''عبداللہ کی جگہ جو نیا لڑکا آیا ہے۔جب سے آیا ہے باس کے ہر ملنے جلنے والے سے فرینک ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔اس کو مستقل نوکری چاہیے اس لئے شاید کانٹیکٹس بنانا چاہ رہا ہے'یقیناً ان خاتون کو بھی یہی کہا ہوگا پھر ان کے انکار پہ ان سے بدتمیزی کر بیٹھا۔''

''اُف۔بلاؤ اس ایڈم کو۔'' عصرہ غصے سے چنگھاڑی۔''میں اس کے ساتھ اتنی مہربان رہی اور یہ میرے کلائنٹس کو بھگا رہا ہے؟''

''تم حوصلہ رکھو کاکا۔میں دیکھتا ہوں۔ارے تم بیٹھو'میں ہوں نا۔'' اشعر نے چہرے کو جلد ہموار کر لیا اور اسے تسلی دیتا باہر نکلا۔ سیکرٹری اس کے پیچھے لپکا۔عصرہ نے بے بسی سے فاتح کو دیکھا تو اس نے ہلکے سے شانے اچکا دیے جیسے کہہ رہا ہو'میں معاملے سے واقف ہی نہیں تو کیا کروں؟

باہر تمام گارڈز موجود تھے۔ایڈم پریشان سا ان سے الگ کھڑا نظر آتا تھا۔اشعر سپاٹ چہرے کے ساتھ چلتا ہوا اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

''تم نے مسز عصرہ کی مہمان سے بدتمیزی کی؟''

''نہیں سر'میں نے بدتمیزی نہیں کی۔صرف یہ کہا تھا کہ میں نے ان کو تنکو کامل کے گھر....''

''ارے واہ تم میں تو بہت ہمت ہے' کیا اسی لہجے میں تم نے ہماری مہمان سے گفتگو کی تھی؟'' وہ اتنی تیزی سے پھنکارا کہ ایڈم کا سانس رک گیا۔وہ پلک تک نہ جھپک سکا۔سامنے کھڑا قیمتی سوٹ میں ملبوس ایک طاقتور آدمی اس کو سلگتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ایڈم کو پہلی دفعہ خوف محسوس ہوا۔

''کتنے دن رہ گئے ہیں تمہارے کام کو ختم ہونے میں؟''

''چھ دن'سر!'' سیکرٹری گردن آگے کر کے تیزی سے بولا۔

''کیا میں نے تم سے پوچھا ہے؟'' اشعر نے ایک تیز نگاہ اس پہ ڈالی تو وہ گڑبڑا کے پیچھے ہو گیا۔پھر وہ واپس ایڈم کی طرف متوجہ ہوا۔

''تم ان خاتون سے اپنے رویے کی معافی مانگو گے' سنا تم نے۔رملی!'' اس نے تحکم سے اپنے چیف آف اسٹاف کو آواز دی۔

ادھیڑ عمر عینک والا رملی پیچھے ہی کھڑا تھا' فوراً آگے آیا۔ ''باس!''

''ان خاتون کا پتہ معلوم کرو' پھر دعوت نامے اور اس بے وقوف کو لے کر ان کے گھر جاؤ۔ اور اگر یہ لڑکا معافی مانگنے سے انکار کرے تو اس کو گھر بھیج دو بغیر تنخواہ کے اور عبداللہ کو واپس بلا لو۔'' مرمریں راہداری کی ساری یاسیت ایڈم محمد کی آنکھوں میں اتر آئی۔ اس نے سر جھکا لیا۔ اشعر آگے بڑھ چکا تھا اور رملی اس کے ساتھ تھا۔ پیچھے اب اسے پولیٹیکل سیکرٹری کی کھری کھری سننی تھیں۔

''اس لڑکی کے بارے میں تمام معلومات لے کر آنا۔ بینک بیلنس کتنا ہے' شیئرز کن کمپنیز میں ہیں' اور سب سے بڑھ کے' کوئی شوہر' منگیتر' دوست وغیرہ ہے یا سنگل ہے۔'' اشعر راہداری میں سبک قدموں سے چلتا دبی آواز میں رملی کو ہدایات دے رہا تھا۔

''میں بخوبی سمجھ گیا باس!'' وہ تیز تیز اس کے قدم سے قدم ملانے کی کوشش کر رہا تھا۔

☆......☆......☆

داتن کار کا دروازہ کھولے گیلری کے باہر کھڑی تھی جب تالیہ باہر نکلی۔ ہوا سے اس کے سنہرے بال اڑنے لگے تو اس نے سفید ہیٹ سر پہ رکھ لیا۔ ماتھے پہ بل ویسے ہی تھے اور آنکھوں کی خفگی بڑھ چکی تھی۔ وہ پچھلی سیٹ پہ آ بیٹھی تو داتن اسٹیئرنگ وہیل تھامے' دوسرے ہاتھ سے موبائل پہ بٹن دبا رہی تھی۔

''کیا کر رہی ہو؟'' اس نے کوفت سے اسے مخاطب کیا۔

''معلوم کرنے کی کوشش کر رہی ہوں کہ ہم کس تھانے کی حدود میں موجود ہیں تاکہ جب یہ ہمیں گرفتار کروا کے وہاں بھیجیں تو مجھے پہلے سے پتہ ہو کہ یہاں میرا کون کون جاننے والا ہے۔''

''کار چلاؤ' داتن۔ ہم نہیں پکڑے جا رہے۔'' تلخی سے کہتے ہوئے اس نے دروازہ بند کیا تو داتن نے سر ہلا کے کار آگے بڑھا دی۔

''تھانہ یہاں سے دس منٹ کے فاصلے پہ ہے' جب تک وہ پولیس کو بلائیں گے ہم مین روڈ کراس کر کے آگے نکل چکے ہوں گے۔''

''داتن ریلیکس۔ ہم محفوظ ہیں۔''

''اور جب وہ ہمیں تھانے لے جائیں گے مین روڈ سے گرفتار کر کے تو تمہیں سب سے پہلے میرا پہلا اصول یاد آئے گا کہ جب ہماری اداکاری کھل جائے تو تالیہ.....'' (چیخ کر بولی) ''وہاں سے فوراً بھاگتے ہیں!!''

''تالیہ کے پاس ہمیشہ اگلا پلان ہوتا ہے' اور میرے کان میں مت چیخو' موٹی!'' وہ دونوں کانوں پہ ہاتھ رکھ کے جواباً چلائی۔ داتن نے لب بھینچ کے اسے بیک ویو مرر میں دیکھا۔ وہ ڈسٹرب نظر آتی تھی۔ داتن دھیمی پڑی۔ ''یہ کون تھا اور اس نے تمہیں کیسے پہچانا؟''

''مجھے کیا معلوم۔ کوالالمپور اتنا بڑا شہر ہے' یہاں ہزاروں بہروپیے روز بھیس بدل کے لوگوں سے ملتے ہیں' کوئی کسی کو نہیں پہچانتا۔ میرا تو حلیہ بھی فرق تھا۔'' اس نے دونوں ہاتھوں میں سر گرا لیا' پھر چونک کے چہرہ اٹھایا۔ ''ضرور یہ کوئی خطرناک آدمی ہے جو وان فاتح

کے ساتھ جڑا ہے۔کسی ایجنسی کا بندہ یا انٹرپول کا انڈرکور ایجنٹ.....''

''یہ وان فاتح کے باڈی مین کی جگہ گیارہ دن کے لیے آیا ہے۔ڈینگی اسکام کے وقت معلومات اکٹھے کرتے مجھے پتہ چلا تھا مگر مجھے اتنا اہم نہیں لگا تو میں نے اس کی زیادہ جانچ پڑتال نہیں کی۔'' داتن افسوس سے کہہ رہی تھی۔

''متبادل ملازم! اوہ۔'' تالیہ چونکی۔''سارے بہروپئے اور کرایے کے قاتل متبادل ملازم بن کے ہی آتے ہیں۔اس کی پوری چھان بین کرو۔'' پھر آنکھیں بند کر کے کنپٹیوں کو سہلایا۔''مجھے کبھی کسی نے نہیں پہچانا۔ یا اللہ یہ مجھے کیسے پہچان گیا۔ مجھے اس کی اگلی پچھلی سات پشتوں کا حساب چاہیے۔'' داتن نے برا منہ بنا کے بیک ویو مرر میں اسے دیکھا۔

''پچھلی سات نسلوں کا مل جائے گا۔اگلی کے لئے خواب میں مستقبل نظر آنا ضروری ہے اور معذرت کے ساتھ' یہ کام مجھے نہیں آتے۔''

مگر وہ اب کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے پریشانی سے بڑبڑا رہی تھی۔''کوئی اتنی طرحدار امیر لڑکی کو یوں سرِ راہ مخاطب کرنے کی ہمت نہیں کرتا' اس نے کیسے کر لی؟ کیا چیز تھا وہ؟''

''ویسے تمہارے چوری شدہ زیورات بھی کسی کام نہ آئے۔اس نے پھر بھی تمہیں ملازمہ بنا ڈالا۔''

''تم تو چپ ہی کر جاؤ۔'' وہ اسے دیکھ کر جل کے بولی۔داتن آگے سے چمک کے کچھ کہہ رہی تھی مگر یکدم تالیہ کی نظروں کے سامنے اندھیرا چھا گیا....اسے زور کا چکر آیا تھا.....

جنگل....وہ دونوں بھاگ رہے تھے....تعاقب کرتے کتے....شہتوت کا درخت....

''تالیہ....تالیہ....'' داتن نے کار آہستہ کی اور زور سے اسے پکارا تو وہ چونکی۔وہ گردن موڑ کے فکرمندی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''کیا ہوا؟''

''کچھ نہیں سر میں درد ہے۔'' وہ رخ موڑ گئی مگر دل ابھی تک دھڑک رہا تھا....کتوں کی آوازیں....کالی مرچ کی خوشبو....

''میں اور ایڈم جنگل میں کیوں بھاگ رہے تھے؟ وہ مجھے چے تالیہ (مِس تالیہ) بلا رہا تھا! یا اللہ اس سب کا کیا مطلب ہے؟''

کہنی دروازے کے ہتھ پہ رکھے اس نے پیشانی ہتھیلی پہ گرا کے آنکھیں بند کر لیں۔

ایسا دھچکا پہلی بار لگا تھا۔آخر کون تھا یہ ایڈم؟

☆......☆......☆

پولیٹیکل سیکرٹری کی اچھی خاصی جھاڑسن کے اب ایڈم گیلری کے باہر فاتح کی کار کے ساتھ سر جھکائے کھڑا تھا۔ڈرائیور اور دوسرے گارڈز بھی مستعد سے کھڑے تھے۔(تمسخرانہ نگاہوں سے بار بار ایڈم کو دیکھتے بھی تھے۔) اسی اثناء میں فاتح باہر آتا دکھائی دیا۔وہ سیکرٹری سے کچھ کہتے ہوئے پارکنگ تک آیا تھا۔عادتاً مسکرا رہا تھا۔بال ہوا کے باعث اڑ کے ماتھے پہ بکھرنے لگے تو اس نے ہاتھ سے ان کو دائیں

جانب پیچھے کیا اور کار کی طرف بڑھا۔ ایڈم کو کھڑے دیکھ کر حسب معمول اشارہ کیا کہ وہ آگے بیٹھے۔ سیکرٹری نے فوراً مداخلت کی۔

''سر! اس کو میں گھر بھیج رہا ہوں۔ اس نے ڈسپلن کی خلاف ورزی کی ہے۔''

وہ جو اندر بیٹھنے کے لیے جھکنے لگا تھا' چونک کے واپس سیدھا ہوا اور پہلے سیکرٹری پھر ایڈم کو دیکھا۔ ''کیوں؟ کیا کیا ہے اس نے؟''

ایڈم کی نظریں جھک گئیں۔ رنگت گلابی پڑی۔ حلق میں آنسوؤں کا گولا اٹک گیا۔

''سر! وہ جو خاتون مسز عصرہ کی مہمان تھیں نا' وہ heiress سوشلائیٹ' اس نے ان کو روک کے بدصورت کہا ہے۔ وہ کافی خفا ہو کے گئی ہیں۔''

دروازے پہ ہاتھ رکھے' فاتح نے آنکھیں پرسوچ انداز میں چھوٹی کر کے ایڈم کو دیکھا۔ ''کیا وہ واقعی بدصورت تھی؟ مجھے نہیں لگی۔ مگر خیر....'' اس نے گہری سانس لے کر سر جھٹکا۔ ''اس شہر میں اس جیسی بورنگ پریٹی ویمن بھری پڑی ہیں۔ بیٹھو۔'' ابرو سے اشارہ کیا تو ایڈم کی آنکھوں میں بے یقینی اتر آئی۔ ''میں بیٹھوں' سر؟''

ادھر سیکرٹری کی رنگت خفت سے اڑسی گئی۔ جلدی سے بولا۔ ''مسز عصرہ کافی خفا ہیں' سر۔ مجھے اس لڑکے کو ابھی گھر بھیجنا ہے تاکہ یہ اپنے رویے کو.....''

''مجھے فلو ہے' عثمان اور ایڈم کے پاس ٹشو ہیں۔ بیٹھو۔ میرے پاس تم لوگوں کی آفس پالیٹیکس میں ضائع کرنے کے لیے مزید وقت نہیں۔'' ٹھنڈی سی تپش سے کہا اور اندر بیٹھ گیا۔ ایڈم جو شل سا کھڑا تھا' جھٹ سر ہلا کے بولا ''جی سر۔'' اور فوراً دروازہ بند کیا' پھر سیکرٹری سے نظر ملائے بغیر جلدی سے فرنٹ سیٹ پہ آ بیٹھا۔ دل ابھی تک دھڑک رہا تھا۔

کار زن سے آگے بڑھ گئی اور سیکرٹری تند و تیز نظروں سے اسے گھورتا رہ گیا۔ یہ لڑکا ناقابلِ برداشت ہوتا جا رہا تھا۔ اس کا کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ اس نے تہیہ کر لیا تھا۔

☆......☆......☆

حالم کے بنگلے کی بالائی منزل پہ ایک ہال نما کمرہ تھا جس کی سڑک کو چہرہ کرتی دیوار شیشے کی تھی۔ اس سے اندر چھن کے آتی کرنوں نے سارا کمرہ روشن کر رکھا تھا۔ وہاں قطار سے چند ایکسرسائز مشینیں رکھی تھیں۔ ورزش کرتے ہوئے سامنے پھیلے بنگلوں کی قطار اور ان کے پار دور اوپر نیلا آسمان نظر آتا تھا۔

مگر وہ آسمان کو نہیں دیکھ رہی تھی۔ بس ٹریڈمیل کے ہینڈ ریل پہ دونوں ہاتھ جمائے' بیلٹ پہ کھڑے کھڑے بھاگ رہی تھی۔ ورزش کے رف کپڑوں میں ملبوس' سنہری بالوں کو اونچے جوڑے میں باندھے (جس سے گردن تلے گول جلنے کا سا نشان صاف نظر آ رہا تھا) وہ پسینہ پسینہ کھڑی تھی۔ آنکھیں کھڑکی پہ جمی تھیں لیکن شاید دماغ کے اندر تک الجھی تھیں۔ ان میں بے بسی بھرا غصہ ہلکورے لے رہا تھا۔

دفعتاً اسے شیشے کی دیوار پہ عکس دکھائی دیا۔ داتن عقب میں کمرے کے اندر داخل ہوئی تھی۔ تالیہ نہ رکی' نہ پلٹی' اسی طرح ٹریڈمیل پہ بھاگتے ہوئے بولی۔ ''معلوم کیا تم نے؟ کون ہے وہ ایڈم؟ کرایے کا قاتل؟ کوئی جاسوس؟ بہروپیا؟''

''تالیہ....'' بھاری بھرکم داتن ہچکچاتے ہوئے قریب آئی۔ تالیہ نے بٹن دبایا اور ٹریڈمیل کی رفتار بڑھائی۔ قدموں تلے بچھا ربنگ بیلٹ مزید روانی سے بھاگنے لگا۔ ''وہ لڑکا ایڈم....''

''میں کبھی گرفتنگ نہیں کرتی۔'' وہ پھولے تنفس کے دوران خود سے بولے جا رہی تھی۔ (گرفٹر وہ ٹھگ ہوتا ہے جو بھیس بدل بدل کے لوگوں سے مختلف اسکیموں کے نام پہ پیسے بٹورتا ہے) ''میں cat burglar ہوں۔ رات کو دبے پاؤں پھلانگ کے آنے والا چور۔ ایسے کردار کرتی ہوں جو پسِ منظر میں رہتے ہیں۔ ویٹر' نوکرانی' بچوں کی آیا.... مجھے کبھی کسی نے نہیں پہچانا۔ اس نے پہچانا تو کیسے؟'' وہ غصے میں تھی۔

''سنو.....''

''وہ کوئی عام آدمی نہیں ہوسکتا۔'' وہ کھڑکی کے پار دیکھتے ہوئے دانت پہ دانت جمائے کہہ رہی تھی۔ ''بہت ذہین' بہت گہری نظر کا مالک تھا۔ اور اس کا وہ اعتماد جس سے اس نے مجھے پکارا۔ عام آدمی ایسا نہیں کرتا۔''

داتن آگے آئی اور ٹریڈمیل کا بٹن دبایا۔ مشین بند ہوگئی۔ بیلٹ رک گئی۔ وہ ذرا سا لڑکھڑائی' پھر غصے سے داتن کو دیکھا۔ ''کیا؟''

داتن نے پہلے جوس کی بوتل اس کے سامنے رکھی پھر بولی۔ ''تحمل سے سنو۔ وہ ایک معمولی گھرانے کا معمولی لڑکا ہے۔ بے روزگار ہے۔ فوج میں نوکری ملی تھی مگر جلد ہی دمے کی شکایت کی وجہ سے واپس بھیج دیا گیا۔ تب سے اب تک ڈھنگ کی نوکری نہیں کرسکا۔ باپ ایک کپڑوں کے اسٹور پہ سیلز مین ہے۔ منگنی ہوچکی ہے اور جلد شادی ہونے والی ہے۔''

''ہاہ ہاہ بالکل۔ پرفیکٹ کور اسٹوری۔'' اس نے بوتل منہ سے لگائی' چند گھونٹ غٹا غٹ بھرے پھر بوتل نیچے کی اور سرخ تمتماتے چہرے کے ساتھ داتن کو دیکھا۔ ''مگر اصل میں کون ہے وہ' یہ بتاؤ؟''

''وہ یہی ہے تالیہ۔ ایک سادہ' سچا' ایماندار لڑکا۔''

''جیسے تنکو کامل کی ملازمہ تالیہ تھی؟ ہونہہ۔'' اس نے سر جھٹکا اور ٹریڈمیل سے اتر آئی۔ ''کوئی سچا ایماندار نہیں ہوتا یہاں داتن۔ سب کی سیاہ داستانیں ہوتی ہے۔ یہ جو تم بتا رہی ہو یہ تو اس ایڈم نے اپنی فائل میں لکھا ہوگا نا۔ مگر وہ اصل میں کون ہے؟''

''وہ یہی ہے تالیہ۔ اس کے محلے میں میرا ایک کانٹیکٹ رہتا ہے۔ وہ چھبیس برس سے اس کو جانتا ہے۔ سارا محلّہ اس کے خاندان کو جانتا ہے۔ وہ نیک شریف لوگ ہیں۔ وہ کوئی جاسوس' کوئی کرایے کا قاتل نہیں ہے۔ وہ سادہ اور سچا مشہور ہے۔''

تالیہ ٹھہر گئی۔ چہرے پہ شل ہو جانے کی سی کیفیت پیدا ہوئی۔ ''ایسا نہیں ہوسکتا۔'' وہ بے یقین تھی۔ ''سچے لوگ نہیں ہوتے دنیا

میں۔جو ہوتے ہیں وہ زیادہ دیر تک ٹھہرتے نہیں۔"

"دنیا میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ایک سانچے سے کوئی دو لوگ نہیں بنائے اللہ نے۔"

وہ تولیے سے گردن تھپتھپانے لگی۔الجھی ہوئے نظر آرہی تھی۔چند لمحے خاموشی میں گزر گئے۔باہر شام کی کرنیں اب ڈوبنے لگی تھیں۔

"اگر وہ اا تنا ہی ذہین تھا تو ابھی تک زندگی میں کامیاب کیوں نہیں ہوسکا؟"

"کیونکہ ہر شخص کو اپنی ذہانت کا علم نہیں ہوتا تالیہ۔ذہانت الگ چیز ہوتی ہے' ذہانت کا اعتماد الگ۔" داتن سبھاؤ سے اس کو سمجھا رہی تھی۔

"یا شاید وہ شکاری کی طرح سوچتا ہے۔" وہ بڑبڑائی۔داتن ٹھیک سے سن نہ پائی اور پوچھنے لگی۔"تم نے بریسلیٹ کیوں نہیں چرایا؟"

تالیہ پلٹ گئی اور دیوار گیر روشن کھڑکیوں سے باہر دیکھنے لگی۔دور اوپر جامنی پڑتا نظر آرہا تھا....اپنی آغوش میں بہت سے انسانوں کے راز دبا کے بھی وہ شام کے اس پہر پرسکون لگتا تھا....

"جس کی مجھے تلاش ہے داتن' شاید اس کو بھی میری تلاش ہے۔مگر وہ چوری نہیں کیا جا سکتا۔اس سکے یا اس بریسلیٹ کو کبھی کسی نے چوری نہیں کیا۔ ہمیشہ بیچا یا تحفے میں دیا۔میں نے اسے چھونا چاہا تو وہ دہکنے لگا۔میں اس کو ایسے نہیں چرا سکتی۔"

داتن کی نظریں بے اختیار اس کی گردن کے نشان پہ ٹھہر گئیں۔(کیا مجھے تالیہ کو بتا دینا چاہیے؟اونہوں۔)اس نے سر جھٹکا۔

"مگر فکر نہ کرو....میرے پاس پلان ہے۔میں اپنی چابی واپس لے کر ہی رہوں گی۔" وہ عزم سے سلگتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"تالیہ....شاید ہمیں اس کو چھوڑ دینا چاہیے۔شاید یہ واقعی کوئی ملعون شے ہو اور....."

وہ تیزی سے گھومی اور غصے سے داتن کو دیکھا۔"تمہیں کیا لگتا ہے داتن؟میرے پاس کیا ہے زندگی میں؟" وہ ایک دم ایسے پھٹ پڑی تھی کہ لیانہ صابری ہکا بکا رہ گئی۔"تمہیں لگتا ہے میں جو ہنستی ہوں' مذاق کرتی ہوں' یہ سب سچ ہے؟ یہ جو میں کہتی ہوں کہ مجھے کبھی فلاں سلیبرٹی پہ کرش ہے تو کبھی وان فاتح پسند ہے' یہ سب میرے دل کی باتیں ہیں؟ نہیں داتن۔یہ سب جھوٹ ہے۔میں جھوٹ بولتی ہوں۔خود کو خوش رکھنے کے لئے بہانہ کرتی ہوں۔ورنہ میری زندگی خالی ہے۔"اس نے دونوں ہاتھ دائیں بائیں پھیلا کے دکھائے جن میں ہوا کے سوا کچھ نہ تھا۔

"میرے پاس کوئی رشتے نہیں ہیں۔کوئی مستقبل نہیں ہے۔اور وان فاتح کہتا ہے کہ تمہاری کامیابیاں کیا ہیں؟ تمہارا ٹیلنٹ کیا ہے؟ کہاں تھے اس وقت یہ تمام ممبر پارلیمنٹ جب میرے شوہر نے میرے ذریعے منی لانڈرنگ کروانی چاہی تھی۔کہاں تھے یہ قانون کے ادارے جب میں اور تم ملائیشیا کی سڑکوں پہ مارے مارے پھرتے تھے اور ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہیں تھا۔ہم نے اذیت کاٹی ہے' بھوک اور مفلسی کاٹی ہے۔اور اب میری زندگی میں ایک ہی خواب بچا ہے....."اس کی آواز دھیمی ہوئی اور آنکھوں میں آنسو آگئے۔"....ایک چھوٹا سا جزیرہ ہو اور وہ میرا ہو۔اس کے اوپر ایک پہاڑ کی چوٹی پہ ایک قلعہ ہو' اور میں وہاں حکومت کروں۔جزیرے کے لوگ مجھے چور نہ سمجھیں' وہ میری عزت کریں۔ہاں وہاں میں سچی ایماندار بن کے رہ سکتی ہوں۔مگر اس شہر میں شاید کبھی نہیں۔مجھے اپنی زندگی کی

ساری خوشیاں' ساری دولت ان امیر لوگوں سے حاصل کرنی ہے داتن۔ میں غریبوں کا مال کبھی نہیں چراتی' صرف ان امیر لوگوں سے لیتی ہوں جو پیسے کو مِس نہیں کرتے۔ میں لوگوں کے دل نہیں دکھاتی' اور وہ کہتا ہے' تمہاری کامیابیاں کیا ہیں؟'' آنسو ٹپ ٹپ اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے اور بولتے بولتے اس کی ہچکی بندھ گئی تو وہ وہیں کھڑکی کے ساتھ فرش پہ بیٹھتی چلی گئی۔ ایسے ہی اکڑوں حالت میں' اور تھوڑی گھٹنوں پہ رکھ دی۔ آنسو ہنوز گر رہے تھے۔

''تم اتنی دکھی ہو تالیہ؟'' داتن دھیرے سے اس کے سامنے ہوم جم مشین کی سیٹ پہ بیٹھی اور ملال سے اس کا چہرہ تکا۔

''میں اندر سے خالی ہوں' لیانہ۔ میری زندگی کا کوئی مقصد' کوئی عزم کچھ نہیں ہے۔ شاید وہ ٹھیک کہتا ہے۔ میں کچھ نہیں کرتی۔ میری کوئی کامیابیاں نہیں ہیں۔'' اس نے ہتھیلیوں سے آنسو رگڑے اور رندھی آواز میں بولی۔ پھر گردن موڑی تو دیکھا' کالونی کی سڑک پہ ایک عورت واکر کو دھکیلتی دکھائی دے رہی تھی ۔ واکر میں کوئی بچہ تھا جس کے اوپر وہ چھاتا تانے ہوئے تھی۔

''مجھے نہیں جاننا میرے ماں باپ کون تھے۔ مجھے صرف یہ بات دکھ دیتی ہے کہ انہوں نے مجھے کیوں چھوڑا؟ کیا کوئی ایسے اپنے بچے کو چھوڑ کے بھول جاتا ہے۔'' اس کی آزردہ آنکھیں سڑک پہ چلتی عورت پہ جمی تھیں۔ ''یہ لوگ خوش قسمت ہیں۔ ان کے پاس کوئی گھر ہے جہاں پہ کوئی ان کا انتظار کرتا ہے۔ میرے پاس تو وہ بھی نہیں ہے۔ داتن اگر میں اس اونچے محل میں مر بھی جاؤں تو کتنے دن ہمسائیوں کو بھی خبر نہیں ہوگی۔''

داتن کی آنکھیں نم ہوئیں۔ ''اور میں تالیہ؟''

تالیہ نے گردن موڑ کے گیلی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ ''ایک تم ہی ہو مگر لوگ کہتے ہیں خون کے رشتے سب کچھ ہوتے ہیں۔ دوستی کا رشتہ کچھ نہیں ہوتا۔ مجھے خوف آتا ہے کہ تم بھی مجھے چھوڑ کے چلی جاؤ گی۔ اگر میرے ماں باپ مجھے چھوڑ سکتے ہیں تو مجھے کوئی بھی چھوڑ سکتا ہے۔ اس لئے میں ڈھیر ساری دولت حاصل کرنا چاہتی ہوں داتن۔ وہ کم از کم میرے ساتھ تو رہے گی۔ سونا اور ہیرے دھوکہ نہیں دیتے۔ بس ایک آخری واردات۔'' اس نے سختی سے سیاہ آنکھیں رگڑیں جو اندر سے گلابی پڑ گئی تھیں۔ داتن نے ٹوٹے دل کے ساتھ گہری سانس لی اور گھٹنوں پہ ہاتھ رکھ کے اٹھی۔

''میرے تمہارے جیسے لوگ کبھی نہیں نیک ہو سکتے تالیہ۔ ہم کبھی سچے اور ایماندار نہیں ہو سکتے۔'' اس کا چہرہ بجھا بجھا سا تھا۔ وہ پلٹی اور دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی کمرے سے نکل گئی۔ تالیہ نے چہرہ گھٹنوں میں دے دیا۔ آنسو پھر سے بہنے لگے تھے۔

داتن باہر سیڑھیوں پہ بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں سے بھی آنسو ٹوٹ ٹوٹ کے سیاہ چہرے پہ پھسل رہے تھے۔

شام دھیرے دھیرے تاریک ہوتی گئی۔

☆......☆......☆

کیپونگ کا علاقہ رات کو اتنا روشن نہیں تھا جتنے امراء کے علاقے ہوتے تھے۔ یہاں لوگ وقت پہ سو جاتے تھے۔ سڑک کے دونوں اطراف قطار میں چھوٹے چھوٹے ایک منزلہ گھر بنے تھے جن کی مخروطی چھتیں تھیں۔ ایڈم جس وقت چھوٹا لکڑی کا گیٹ کھول کے کوٹ کندھے پہ لادے اندر داخل ہوا' گھر کا برآمدہ روشن تھا۔ مگر اس کے چہرے کی جوت بجھی ہوئی تھی۔ وہ وہیں برآمدے کے اسٹیپ پہ بیٹھ گیا۔ قریب میں مرغیوں کا ڈربہ تھا جس کے اندر پروں تلے چوزے دبائے بیٹھی مرغی نے ہلکی سی کٹاک کی' جیسے چونکی ہو۔

جالی دار دروازے کے کھلنے کی آواز آئی تو ایڈم نے گردن موڑی۔ اس کی ماں وہاں کھڑی حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اسکارف سر پہ لپیٹے' لمبی قمیص اور کرنگ (اسکرٹ کی طرح) پہنے' وہ جیسے اس کو دیکھ کے فکرمند ہو گئی تھی۔

''تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ اندر آ جاؤ۔''

''میں اتنا بے وقوف کیوں ہوں' ای بو (ماں)۔'' وہ تھوڑی گھٹنوں پہ گرائے سامنے دیکھتے ہوئے اداسی سے بولا تھا۔ ماں نے گہری سانس لی اور چند قدم چل کے قریب آئی۔ ایڈم نے چہرہ موڑ کے اس کے جوتوں کو دیکھا جو اس کے ساتھ آ رکے تھے۔ ان سے نکلتے پیروں پہ ادھیڑ عمر کی کتنی لکیریں پڑی تھیں۔

''کیا ہوا ہے؟'' وہ ڈھارس بندھانے والے انداز میں پوچھتی' اس کے ساتھ نیچے بیٹھی۔

''میں نے آج کتنی بڑی بے وقوفی کی' تم سوچ بھی نہیں سکتی' ایبو۔''

''سوچ سکتی ہوں۔ تم بتاؤ۔'' وہ گردن موڑ کے سکون سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

''مجھے شرم آئے گی۔'' وہ خفت زدہ لگتا تھا۔

''سچ بولنے والوں کو اگر سچ پہ شرم آنے لگے تو جھوٹ بولنے والے جھوٹ کہتے وقت گردن کڑا لئے کرتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے میرا بیٹا جھوٹ نہیں بولے گا۔''

ایڈم نے نظریں اٹھا کے اسے دیکھا۔ ''تم میرا یقین کرو گی۔''

''کیا پہلے کبھی نہیں کیا؟''

''میں سچ کہہ رہا ہوں.... میں نے اس کے ساتھ بدتمیزی نہیں کی تھی۔ وہ جھوٹ بول رہی تھی یا شاید غلط سمجھی تھی۔'' وہ روہانسا ہو گیا تھا۔

''کون؟''

''وہ لڑکی.... وہ گیلری میں آئی تھی....'' وہ ڈھکن کھول کے انڈیلی جانے والی بوتل کی طرح روانی سے بتاتا گیا۔ ''پہلی نظر میں مجھے لگا میں نے اسے کہیں دیکھا ہے' پھر یاد آیا' جاب کے پہلے دن جس گھر میں ہم گئے تھے وہ ادھر کام کر رہی تھی۔ تب اس نے ملازمہ والے کپڑے پہن رکھے تھے۔ آج وہ بالکل فرق لگ رہی تھی۔ یہ اتنے سارے زیور پہنے' بال چمکیلے کیے۔ مگر مجھے وہ وہی لگی تھی۔ میں نے

صرف اسے روک کے پوچھا کہ اس دن وہ ملازمہ کیوں بنی ہوئی تھی' اور اس نے سب کو اکٹھا کر دیا کہ یہ مجھے بدصورت کہہ رہا ہے۔ کسی نے میرا یقین نہیں کیا۔ باس نے کہا ہے کہ اب مجھے اس سے معافی مانگنی ہوگی....''

''ہوسکتا ہے یہ غلط فہمی ہو۔''

''ہاں واقعی' یہ میری غلط فہمی ہوگی' اتنی بھی اس کی اس ملازمہ سے شکل نہیں ملتی تھی' ہوسکتا ہے وہ واقعی کوئی اور ہو اور....''

''تمہاری نہیں' اس کی غلط فہمی ہو کہ تم اس سے کچھ اور پوچھ رہے ہو۔'' ماں زور دے کر بولی تو وہ چونک کے اسے دیکھنے لگا۔

''کیا ایڈم کو غلط فہمی نہیں ہوسکتی؟''

''ہوسکتی ہے' لیکن ہوتی نہیں ہے۔ ایڈم اگر تمہیں لگتا ہے کہ وہ وہی لڑکی تھی تو وہ وہی ہوگی۔ میں تمہاری ماں ہوں۔ جانتی ہوں کہ تم ذرا سادہ ہو' مگر چالاک نہیں ہو' سچے اور ذہین ہو۔ لیکن ایک چیز.... تمہاری نظریں' وہ ہمیشہ سے بہت گہری تھیں۔ گھر میں کوئی چیز کھوتی تو میں تم سے کہتی' تم منٹ میں ڈھونڈ لیتے۔ بازار سے سودا لانا ہوتا تو تمہیں بھیجتی۔ تم ایک نظر میں ساری دکان دیکھ لیتے کہ کچھ اور بھی تو کم نہیں ہے گھر میں!''

''واقعی؟ میری نظر اچھی ہے نا۔'' وہ خود بھی حیران رہ گیا۔

''ہاں ایڈم.... تمہاری نظر جھوٹ نہیں بولتی' کیونکہ تمہارا دل جھوٹ نہیں بولتا۔ اگر تم کبھی جھوٹ بول بھی لیتے تھے تو چند گھنٹوں میں ہی سارا سچ میرے سامنے کھول دیتے تھے۔ دنیا میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں ایڈم۔ ایک وہ جو سچے ہوتے ہیں' اور ایک وہ جو جھوٹے ہوتے ہیں۔ تیسری قسم کا وجود ہی نہیں ہے۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی سچے تھے اور وہ ہم سے یہ چاہتے تھے کہ ہم بھی سچے بنیں۔ کیونکہ بیٹے' جب انسان دوسروں سے سچ بولتا ہے تو اس کے اعضاء اس سے سچ بولنے لگتے ہیں۔ اس کا دل اس کو غلط کا احساس دلاتا ہے اور نظریں اس کو کسی جھوٹ کا شکار نہیں بننے دیتیں۔ میں نہیں جانتی کہ وہ لڑکی کون ہے اور اس کا کیا معاملہ ہے' لیکن میں اتنا جانتی ہوں کہ تمہاری نظر تمہیں دھوکہ نہیں دے گی۔''

وہ اس کی باتوں پہ بالکل گم صم سا ہوگیا۔ ذہن کے جالے صاف ہوئے تو دل الجھنوں میں گھر گیا۔ وہ جو خود کو ملامت کر رہا تھا کہ کیوں ایک لڑکی کو ملازمہ سے ملایا' اب پھر سے چونک گیا تھا۔

''تم نے اسے اس لئے روکا کیونکہ تمہارے دل نے کچھ غلط ہوتے دیکھا۔ ایک انسان دوسرے روپ میں دیکھا تو دل کو لگا یہ غلط ہے اور تم نے سادگی سے اپنی الجھن بیان کر دی۔ یہی ہوا ہوگا' ہے نا؟ تم اس سے معافی مانگ لینا اور بات ختم کر دینا' کیونکہ تمہیں کیا معلوم کس کی کیا مجبوریاں ہیں۔ تم بس اپنے کام پہ دھیان دو۔ خوب محنت کرو۔ پتہ ہے....'' وہ ایک دم مسکرائی اور یاد کر کے بولی۔ ''جب تم چھے سال کے تھے تو تمہارے بابا کے بڑے تایا ہمارے گھر آئے تھے۔ وہ بڑے نیک اور اچھے انسان تھے۔ میں نے کہا ایڈم کے لئے دعا کریں

تو انہوں نے دعا مانگی کہ.....''

''کھانا.....کھانا دو ماں۔'' وہ خجالت سے اس کی بات ٹوکتا اٹھ کھڑا ہوا۔

''ایڈم!'' ماں نے سر اٹھا کے افسوس بھری گہری سانس لی۔ ''تمہیں تایا جان کی دعا پہ شرمندگی کیوں ہوتی ہے؟ اللہ سے جتنا زیادہ مانگو گے' وہ اتنا زیادہ ہی دے گا۔''

''ہاں ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔ اب کھانا دو نا۔'' وہ اسے اٹھاتے ہوئے پھر سے بات گول کر گیا۔ مبادا ماں وہ دعا دہرا ہی نہ دے۔ (اگر جو کسی نے سن لیا تو؟ اُف۔ اور اگر جو باس کے پولیٹیکل سیکرٹری نے سن لیا تو وہ کتنا ہنسے گا ایڈم پہ۔) اس نے جھرجھری لی۔ ڈربے میں بیٹھی مرغی نے پھر سے کٹاک تو دیوار سے جھانکتی بلی پیچھے ہوگئی۔ رات پھر سے پرسکون ہوتی گئی۔

ماں اب کچھ خفا سی بڑبڑاتی ہوئی اٹھ کے اندر کی طرف جا رہی تھی۔ دعا پہ کیسی ندامت' ہاں؟

☆......☆......☆

رات کوالالمپور پہ اتری تو دیسا پارک کے اس اونچے محل کے لان میں لگے پھول مہک اٹھے۔ خوشبو اتنی تیز تھی کہ اندر تک آنے لگی۔ وان فاتح گھر کے اندر داخل ہوا تو ہر سو سناٹا چھایا تھا۔ ملازموں کی چہل پہل تھم چکی تھی۔ اس نے ایک ہاتھ سے کوٹ اتارتے ہوئے دوسرے کی انگلیوں سے ماتھے پہ آئے بال پیچھے کیے اور کمرے کی طرف قدم بڑھائے۔ پھر کھلا دروازہ دیکھ کے وہ ٹھٹکا' بھنویں سکوڑیں۔ دروازہ پورا دھکیلا تو لبوں سے گہری سانس نکلی۔ عصرہ اس کے کمرے میں سامنے کرسی پہ بیٹھی' ٹانگ پہ ٹانگ جمائے' اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''تم سوئی نہیں ابھی تک؟ یا آج تمہیں دیر تک کوئی کام نہیں کرنا؟'' اس نے کوٹ دوسری کرسی پہ ڈالا۔ پھر بیڈ کے کنارے آ بیٹھا اور شرٹ کے کف کھولنے لگا۔

''تم نے آج اس لڑکی کے ساتھ بہت برا کیا' فاتح۔ وہ ہماری کلائنٹ تھی۔ ڈونر تھی۔'' وہ خفگی سے ایک دم بولی' تو وہ جو کف کا بٹن کھول رہا تھا' رک کے حیرت سے اسے دیکھا۔ آنکھوں میں الجھن بھر گئی۔

''کون سی لڑکی؟''

''جس کو تم نے میرے آفس میں یہ کہہ کر بے عزت کیا کہ وہ کچھ نہیں کرتی۔ اور اس کے آرٹ کے شوق کی توہین الگ کی۔''

فاتح چند لمحے اچنبھے سے اسے دیکھتا رہا' پھر یاد آیا۔ سنہرے بالوں اور بڑی آنکھوں والی لڑکی.... ''اچھا وہ.....اس کو میں نے برا بھلا کہا تھا یا ایڈم نے؟'' وہ سمجھ نہیں پایا کہ اس کی غلطی کیا تھی۔ پھر یاد کیا۔'' ویسے میں نے کچھ غلط تو نہیں کہا تھا اس کو۔'' اب وہ کندھے اچکا کے جھک کے بوٹ کے تسمے کھولنے لگا۔ ''میں اگر یہ دیکھوں کہ میرے سامنے ایک ایسا انسان کھڑا ہے جس کی زندگی میں کوئی بڑا مقصد

نہیں ہے' وہ اپنی زندگی ضائع کر رہا ہے اور میں ظاہر کروں کہ میں اس سے اتفاق کرتا ہوں' یہ تو غلط بات ہے۔''

''مگر وہ دنیا کو ایسے نہیں دیکھتی ہوگی جیسے تم دیکھتے ہو۔''

''نہ دیکھے۔ مجھے کیا فرق پڑتا ہے۔'' اس نے بے نیازی سے کندھے دوبارہ اچکاتے جھکے جھکے دوسرا تسمہ کھولا۔

''فاتح تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے کیرئیر میں تمہیں سپورٹ کرتی رہوں لیکن تمہیں میرے فائدے نقصان سے فرق نہیں پڑتا۔

''اس نے دکھ اور غصے کے ملے جلے تاثرات آنکھوں میں بھرے اسے دیکھا۔ وہ بوٹ اتارتے ہوئے اسے سادگی سے بولا۔

''دیکھو عصرہ..... میرے الفاظ کو Twist کر کے اگر تم آرگومنٹ جیتنا چاہتی ہو تو جیت لو۔ میں برا نہیں مناؤں گا۔ لیکن ہم دونوں کو معلوم ہے کہ یہ کوئی ایسا ایشو نہیں ہے جس پہ تم اتنی توانائی ضائع کرو۔''

''میری مہمان اور ڈونر کو خفا کرنا کوئی ایشو نہیں ہے؟ واہ۔ کیا میں تمہارے مہمانوں کے ساتھ ایسے کرتی ہوں؟ کیا میں اچھی بیوی کی طرح پوز کر کے ان کی خاطر مدارت نہیں کرتی؟ ہاں؟''

''اب تمہارا آرگومنٹ کمزور پڑ رہا ہے۔'' فاتح نے جرابیں اتارتے ہوئے افسوس سے نگاہیں اٹھا کے اسے دیکھا۔ ''اگر تم اس بات پہ برا مناتی کہ میں کسی لڑکی سے اچھے سے بات کر رہا ہوں تو میں اسے ایک جائز دلیل سمجھتا' لیکن برے سے بات کرنے پہ اتنا جھگڑا؟ چچ۔'' آخر میں گویا ملال کر کے وہ اٹھا اور ٹائی ڈھیلی کرتے ہوئے ڈریسنگ روم کی طرف چلا گیا۔ وہ بے اختیار اٹھی اور غصے بھری بے بسی سے اسے جاتے دیکھا۔

''تم کبھی نہیں سمجھتے کہ جو کنکر تم دریا میں پھینک دیتے ہو ان کے دائرے کتنی دور تک پھیل کے ہمیں متاثر کرتے ہیں۔ چاہے وہ میں ہوں....میرا کاروبار ہو....تمہارا کیرئیر ہو.... یا.....'' اس کی آنکھیں گیلی ہوئیں۔ ''یا....آریانہ ہو۔''

وہ جو الماری کھولے کھڑا ہینگرز الٹ پلٹ کر رہا تھا' اس بات پہ ایک دم ٹھہر گیا۔ پھر آہستہ سے واپس پلٹا تو اس کے چہرے میں کچھ بدلا ہوا سا نظر آتا تھا۔ جیسے کوئی زخمی پن سا ہو آنکھوں میں....کسی بجھی راکھ کی پرچھائیں ہو....

''تم آریانہ کو درمیان میں لائے بغیر بھی بحث جیت سکتی ہو عصرہ۔'' جیسے کوئی اداس ماتم سا ہو آواز میں....

''میں تم سے جیتنا نہیں چاہتی۔ میں صرف یہ چاہتی ہوں وان فاتح کہ تم اپنی arrogance کے خول سے باہر نکل کے دیکھو کہ تمہاری وجہ سے ہم سب کیا کچھ نہیں سہہ چکے۔'' اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور وہ مٹھیاں بھینچ کر درد سے چلا رہی تھی۔ ''تم نے اپنے جنون کے ہاتھوں' ہم سب کو تباہ کر دیا ہے۔ آریانہ کو کھونا تمہاری غلطی تھی۔ میری بیٹی تمہاری وجہ سے مجھ سے دور ہوئی ہے۔ تمہیں اندازہ بھی نہیں ہے کہ اپنے بچے کو کھونا ایک ماں کے ساتھ کیا کر دیتا ہے۔''

وہ خاموش کھڑا رہا۔ ہینگر پہ لگی شرٹ بازوؤں میں تہہ کیے زخمی آنکھوں سے اسے دیکھے گیا۔

''مگر تم نہیں سمجھتے۔ تم نہیں بدلتے۔ میں ایک بھڑکتے جہنم میں رہ رہی ہوں' مجھے باہر نکلنا ہے اس سے۔ وہ نیلامی میں اپنے بچوں کو تمہارے جنون کی آگ سے نکالنے کے لئے کر رہی ہوں اور تم اس کو نقصان پہنچانے سے بھی باز نہیں آتے۔ میں تمہاری بیوی ہونے کی قیمت آخر کب تک ادا کرتی رہوں گی؟''

''مجھے بھی آریانہ کا اتنا ہی دکھ ہے جتنا تمہیں ہے۔'' وہ زخمی سا بولا تھا۔

''تمہیں دکھ ہے اس کا؟ تمہیں تو شاید وہ یاد بھی نہیں آتی' وان فاتح۔'' وہ تنفر اور اذیت سے اسے دیکھ کے مڑی اور تیز تیز چلتی کمرے سے باہر نکل گئی۔ فاتح نے آنکھیں بند کیں اور گہری سانس اندر کو کھینچی۔ پھر آنکھیں کھولیں اور ہینگر پرے رکھ دیا۔ جیب سے والٹ نکالا اور آگے آیا۔ والٹ لیے وہ اسی کرسی پہ بیٹھا جہاں عصرہ پہلے بیٹھی تھی۔ جگہ ابھی تک گرم تھی۔ شاید وہ بہت دیر سے اس کے انتظار کی آگ میں جل رہی تھی۔

اس نے والٹ کی ایک تہہ پلٹائی تو سامنے فوٹو کے خانے میں ان دونوں کی تصویر لگی تھی۔ فاتح اور آریانہ۔ وہ دونوں اس میں ہنس رہے تھے۔ ننھی سی بچی جس نے ہیئر بینڈ لگا رکھا تھا اور جس کی آنکھیں ہیروں جیسی چمکتی ہوئی تھیں۔

''عصرہ یہ نہیں سمجھتی کہ اپنی بیٹی کو کھو دینا ایک باپ کے ساتھ کیا کر دیتا ہے۔'' وہ تصویر پہ انگوٹھا پھیر کے ہلکا سا بڑبڑایا تھا۔ اذیت سی اذیت تھی جو دل میں اٹھتی محسوس ہو رہی تھی۔

باہر مہکتے گلابوں کی اداس خوشبو اب بھی سارے گھر سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔

☆......☆......☆

حالم کے گھر میں اس رات کسی نے کوئی بتی نہیں جلائی۔ ایک سوگ سا تھا جس نے سارے کو لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ داتن اندھیر زینوں پہ بیٹھی سامنے خلاء میں گھور رہی تھی جب پیچھے آہٹ ہوئی۔ دروازہ چرچرایا۔ پھر ننگے قدم اٹھانے کی ہلکی سی چاپ سنائی دی.... یا شاید آواز اس نے تصور کی تھی کیونکہ cat burglar بنا چاپ کے چلنے میں ماہر تھی۔

وہ اس کے پیچھے آرکی۔ داتن نہیں مڑی۔ یا سیت سے سامنے دیکھتی رہی۔

''لیانہ!'' تالیہ نے دھیرے سے پکارا۔ آواز سنبھلی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔

''تم ہر چیز سیکھنا چاہتی تھیں۔'' وہ اسی طرح سامنے دیکھتے ہوئے ٹوٹے دل سے بولی۔ ''کیا تمہیں یاد ہے تالیہ؟''

تالیہ کچھ نہیں بولی۔ اس سے پیچھے ایک زینہ اوپر بیٹھ گئی اور اسے بولنے دیا۔

''جب ہم نے تمہارے شوہر کے پیسے واپس کر کے اس سے تمہارے لیے طلاق لی تھی' تو تم نے مجھے کہا تھا کہ اس شخص نے تمہیں دھوکہ دینا سکھا دیا ہے' اور اب تم اسی طرح پیسے بنانے کے نت نئے طریقے سیکھنا چاہتی ہو۔ اسکام اور چوری کے طریقے۔ ہم نے چھوٹے

چھوٹے اسکام سے شروع کیا تھا۔تم نے انٹرنیٹ پہ ایڈ ڈالا کہ اپنے سابقہ بوائے فرینڈ' گرل فرینڈ یا میاں بیوی کا اکاؤنٹ ہیک کروانے کے لئے ہم سے رابطہ کریں۔"

تالیہ جو گھٹنوں پہ سر دیے بیٹھی تھی اس بات پہ بے اختیار ہنس دی۔داتن نہیں ہنسی۔بولتی گئی۔

"عشق اور جلن سے تڑپتے لوگ ہم سے رابطہ کرتے' ہم پیسے ایڈوانس مانگتے اور جب وہ پیسے دے دیتے تو ہم ان کی ای میلز کا جواب نہ دیتے۔اب وہ پولیس کے پاس بھی نہیں جا سکتے تھے کہ کیا کہتے؟ کسی کا اکاؤنٹ ہیک کروانے جیسے غلط کام میں ملوث رہے ہیں؟ خود پکڑے جاتے سو رو دھو کے چپ ہو جاتے۔تم کہتی تھیں کہ اگر لوگ پیسے کی حفاظت نہیں کر سکتے تو وہ اس پیسے کے قابل ہی نہیں ہیں۔مگر جلد تم بور ہو گئیں۔"

اندھیر سیڑھیوں پہ وہ دونوں ہیولوں کی صورت بیٹھی نظر آتی تھیں۔داتن کی آواز جیسے کسی پس منظر میں بیٹھے پیانو ساز کی مدھر لے جیسی سنائی دے رہی تھی۔

"ہم نے کرائے کا گھر لے لیا تھا' سر چھپانے کا ٹھکانہ تھا' دو وقت کا کھانا مل جاتا تھا مگر تم ناخوش تھیں۔تم کہتی تھیں' داتن....دھوکہ دہی ایک آرٹ ہے اور آرٹ میں دھوکے کا احساس نہیں ہونا چاہیے۔جس طریقے سے ہم لوٹ رہے ہیں اس میں لٹ جانے کے بعد لوگوں کو احساس ہو جاتا ہے کہ ان کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔یہ احساس میری ذہانت کی توہین ہے۔دنیا کے سب سے بڑے con games (فریب) کبھی پکڑے نہیں جاتے۔پھر ہم نے چھوٹی چھوٹی چوریاں شروع کیں۔مالز میں' بازاروں میں عورتوں سے ٹکرا کے ان کے زیور اتار لیتے۔تمہاری انگلیاں اس کام میں ماہر تھیں' مگر تم تب بھی خوش نہیں تھیں۔تم کہتی تھیں کہ میں جزیرے پہ وہ اونچا قلعہ تو بنا لوں گی کسی نہ کسی طرح' مگر اہانت کے ساتھ نہیں۔تمہیں مزید صفائی سے کام کرنا تھا۔تب تم نے فیصلہ کیا کہ تم آرٹ theif بنو گی۔کیٹ برگلر۔(جو بلی کی طرح کہیں بھی گھس کے بنا آہٹ کے کچھ چرا لاتا ہے۔) تمہیں پینٹنگ کا شوق تھا مگر تم اسے کرنا نہیں جانتی تھیں۔پھر تم آرٹ اسکول گئیں۔ تم نے پینٹ کرنا سیکھا۔تم نے مختلف فن سیکھے۔تم نے گن چلانا سیکھا۔لڑنا سیکھا۔تم نے خود کو کسی ہتھیار کی طرح تراشا۔"

تالیہ تھوڑی گھٹنوں پہ رکھے محو سی سنے گئی جیسے شہریار کو شہرزاد کسی خوبصورت رات میں الف لیلوی داستان سنا رہی ہو۔جیسے وہ کسی اور کی کہانی ہو۔

"جب تم نے پہلی نقال تیار کی جس کو تم نے اصلی پینٹنگ کی جگہ رکھ کے اصل کو چرانا تھا' تو میں وہ دیکھ کے مبہوت رہ گئی۔وہ اتنی مکمل تھی کہ حد نہیں۔میں نے تب تم سے پوچھا' تالیہ تم اتنا اچھا پینٹ کرنے لگ گئی ہو' تو تم اسی شعبے کو کیوں نہیں اپنا لیتی۔تم نے کہا' داتن' اگر میں بہت اچھی پینٹنگ بھی بناؤں' تو وہ دو تین ہزار سے زیادہ کی نہیں بکے گی۔لیکن اگر میں کسی قدیم پینٹنگ کی نقل تیار کروں' اور بھرپور پلاننگ کے ساتھ اس کو اصل کی جگہ رکھ کے اصلی چرا لوں تو اس اصلی پینٹنگ کو میں بلیک مارکیٹ میں پچاس ساٹھ لاکھ کا بیچ سکتی ہوں۔

کوالالمپور بھرا پڑا ہے بے کار پینٹرز سے اور کوالالمپور بھرا پڑا ہے چوروں سے' مگر آرٹ theif وہ ہوتا ہے جو یا تو کسی ماہر نقال کو اپنے ساتھ رکھے یا خود نقال پینٹ کرنا جانتا ہو۔ forger کے بغیر آرٹ تھیف نہیں بن سکتی میں۔ اور کسی فورجر پہ اعتبار نہیں کر سکتی۔ مجھے خود فورجری سیکھنی ہوگی۔ پھر تم نے پینٹنگز کے علاوہ دوسری چیزوں کی نقال بھی تیار کرنا شروع کیں۔ انعامی اسکیم' بلیک ٹکٹ' پرائز بونڈ' اور ہم امیر ہوتے گئے۔ تم نے ہر چیز سیکھی سوائے ایک چیز کے۔'' کہتے کہتے اس نے مڑ کے تالیہ کو دیکھا جواب اس کے ایک دم بات کو اندھے موڑ پہ لانے پہ چونک کے گردن اٹھا کے اسے دیکھنے لگی تھی۔

''اور وہ ہے چوری کا فن۔ ہاتھ کی صفائی۔ یہ تمہیں ہمیشہ سے آتا تھا۔ مجھے نہیں آتا تھا۔ میں نے کچھ نہیں سیکھا۔ ساری عمر ایک جیولری اسٹور اور ایک لائبریری میں کام کیا تھا۔ جب تمہیں جیولری چرانی ہوتی تو اس کی نقل تم نہیں تیار کر سکتی تھیں۔ وہ میں تیار کرتی۔ پھر ہم نے حالم کے نام سے کام شروع کر دیا' لوگوں کے لئے مسئلے کھڑے کرتے اور ان کو خود حل بھی کر دیتے۔ کبھی کسی کی پینٹنگ چرا کے خود ڈھونڈ لاتے۔ اصل رکھ کے نقل اس کو واپس کر دیتے۔ کبھی کسی سے انعامی اسکیم کے لیے پیسے بٹورتے۔ تم نے بس چوری کا فن نہیں سیکھا اور میں نے تو کچھ نہیں سیکھا سوائے ہاتھ کی صفائی اور چوری کے فن کے۔ یہ مجھے نہیں آتا تھا۔ تم نے مجھے سکھایا۔ تم گمنام رہنا چاہتی تھیں۔ اپنا چہرہ نہیں دکھانا چاہتی تھیں۔ کیونکہ تمہیں امید تھی ایک دن تم اچھی بن جاؤ گی۔ میں نے یہ ذمہ اپنے سر لے لیا۔ سوائے چند لوگوں کے تمہیں شہر میں کوئی بطور ایک چور کے نہیں جانتا۔ مگر میں نے اسٹریٹ کانٹیکٹس بنائے۔ میں نے بلیک مارکیٹ میں تعلقات استوار کیے۔ اور یوں ہم دونوں آرٹ اور جیولری چرانے کے ساتھ بطور حالم ان کے مالکان سے کنسلٹی فیس بھی لیتے تھے' ہم ماہر scammers بن گئے اور ہم نے مڑ کے نہیں دیکھا۔''

''تم کیا کہنا چاہتی ہو' داتن؟'' اس بات پہ داتن نے سوگوار چہرہ موڑا اور ملال سے اسے دیکھا۔

''تمہیں لگتا ہے کہ تم یہ راستہ چھوڑ سکتی ہو مگر ایسا ممکن نہیں ہے تالیہ۔ میں نے جانتی ہو ہمیشہ اپنا چہرہ کیوں مخفی نہیں رکھا؟ کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ ایک دفعہ ہم اس دریا میں اتر جائیں تو واپسی کی کوئی کشتی نہیں بچے گی۔ تم کبھی پینٹر بن کے خوش نہیں رہ سکتی نہ میں لائبریرین بن کے۔ جب مجھے میرے بچوں نے چھوڑا... یا... جب میں نے ان کو چھوڑا کیونکہ جیولری اسٹور کو جوان کاریگر مل گئے تھے اور میں ایک بوجھ تھی' تو میں نے لائبریری کے ساتھ ائیرپورٹ پہ نوکری کر لی اور اولڈ ہوم آ گئی۔ لیکن جب بعد میں میرے پاس تمہاری وجہ سے دولت آنے لگی' تو میں ہر ویک اینڈ پہ اپنے بچوں کے پاس جانے لگی۔ اب بھی جاتی ہوں۔ ان کے لئے قیمتی تحفے لے کر اور وہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں ایک لائبریرین ہوں مجھ سے میرا ذریعہ معاش نہیں پوچھتے۔ وہ اب میری قدر کرتے ہیں' بھلے جہاں سے بھی پیسہ آئے' وہ خوش ہیں۔ میں بھی خوش ہوں کیونکہ میں ان پہ انحصار نہیں کرتی' ان کے سامنے ایک مضبوط عورت ہوں میں' لیکن اگر میں یہ کام چھوڑ دوں تو میری قدر و قیمت وہاں ختم ہو جائے گی اس لئے میں کبھی بھی ''نیک'' نہیں ہونا چاہتی کیونکہ تالیہ... خون کے رشتے ہر ایک

کے لئے کامل نہیں ہوتے۔ہم جیسے لوگوں کی کہانیوں میں دوستی کا رشتہ زیادہ اہم ہوتا ہے۔''

''آئی ایم سوری داتن۔''اس نے پیچھے سے داتن کی گردن میں بازو لپیٹے اور اپنی تھوڑی اس کے کندھے پہ رکھ دی۔''میں اتنی ڈسٹرب تھی کہ میں بھولتی جارہی تھی کہ میں کون ہوں اور کیا کرنے کی اہل ہوں۔میں اپنی گیم سے باہر ہورہی تھی مگر اب نہیں۔''اس نے داتن کا سیاہ گال چوما اور پھر سیدھے ہوکر ایک عزم سے کھڑی ہوئی۔دیوار پہ ہاتھ مارا اور لمحے بھر میں سارا گھر روشن ہوگیا۔تیز روشنی سے داتن کی آنکھیں چندھیا گئیں'اس نے فوراً ان پہ ہاتھ رکھا۔پھر ذرا ٹھہر کے تالیہ کو دیکھا جو سینے پہ بازو لپیٹے اب سنبھلی ہوئی سی سامنے کھڑی تھی۔

''اب؟'' داتن نے ہمیشہ کی طرح اس سے پوچھا جو کہتی تھی کہ اس کے پاس ہمیشہ اگلا پلان ہوتا ہے۔

''اب ہم نے انتظار کرنا ہے۔یا تو ایڈم کی بات پہ یقین کر کے عصرہ محمود تنکو کامل سے رابطہ کرے گی اور وہ سب میری تصدیق کر کے مجھے گرفتار کرنے یہاں آئیں گے۔یا پھر عصرہ محمود اپنے اسٹاف کے ہاتھوں مجھے دعوت نامہ بھجوائیں گی۔پہلی صورت میں ہمارا سامان بندھا ہوا پڑا ہوا اور ہم سگنل دیکھتے ہی شہر سے فرار ہوجائیں۔اور دوسری صورت میں ہم کھیل جاری رکھیں۔''داتن نے گہری سانس لی اور گھٹنوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اٹھی۔

''مگر کھیل ہے کیا تالیہ؟تم نے بریسلیٹ اتار کے واپس آجانا تھا'نیلامی وغیرہ پہ تھوڑی جانا تھا۔''

''میں کھیل بدل رہی ہوں۔پلان بی۔''اس نے مسکرا کے موبائل ٹراؤزر کی جیب سے نکالا اور نمبر ملانے لگی۔داتن نے اچنبھے سے اس کے سیاہ فون کو دیکھا جو حالم کا تھا۔

''یہ تم کس کو.....''

''السلام علیکم زین العابدین مولیا۔''وہ بشاشت سے بولی اور داتن کو دیکھ کے آنکھ دبائی۔''کیسے ہو مولیا؟ابھی تک درختوں پہ بوجھ بنے ہوئے ہو؟اوہ ایکچو لی۔اس بات پہ غور نہ کرنا'میرے حسِ مزاح کا لیول تمہارے ذہن سے کافی بلند ہے۔خیر....میں نے اس لئے فون کیا کہ....''وہ اعتماد سے بولتی ہوئی مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گئی اور داتن نے تکان بھری سانس اندر کھینچی۔

بالآخر وہ کھیل میں واپس آچکی تھی۔اس کی یہی بات تو سب سے اچھی تھی۔گو کہ سب کی طرح گرتی تھی مگر گرنے کے بعد ہنس کے کپڑے جھارتی اٹھ کھڑی ہوتی تھی۔

پلان بی....داتن گھٹنوں پہ ہاتھ رکھ کے اٹھتے ہوئے بڑبڑائی تھی۔(مجھے یقین ہے کہ یہ پلان اس کے پاس پہلے نہیں تھا اور اس نے ابھی ابھی سوچا ہے مگر کبھی نہیں مانے گی۔ہونہہ۔)وہ بھی واپس گیم میں آرہی تھی۔

☆......☆......☆

جزیروں سے بنے ملک پہ اگلی صبح بھیگی بھیگی سی اتری۔ سیاہ بادل سورج کو جھانکنے تک نہیں دے رہے تھے۔ بس گرجتے اور چمکتے جا رہے تھے۔

ایسے میں قطار سے کھڑے اونچے محل اپنے سامنے سڑک پہ بھاگتے اس شخص کو دیکھ رہے تھے' جو ٹراؤزر کے اوپر آدھی آستین کی ٹی شرٹ میں ملبوس' دوڑتا جا رہا تھا۔ کنپٹی سے قطرے ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔ بال گیلے ہو کے ماتھے پہ چپکے تھے۔ وہ دور سے جاگنگ کرتا آ رہا تھا۔ اپنے گیٹ کے قریب آ کر رفتار سست ہوئی' ایک ہاتھ گیلے بالوں میں چلا کے ان کو پیچھے کیا اور ہینڈز فری کانوں سے کھینچ نکالے۔ گارڈز نے اسے دیکھتے ہی راستہ کھول دیا۔

''فاتح صاحب!'' کسی نے تولیہ اچھالا جو اس نے ایک ہاتھ بلند کر کے تھاما اور اس سے چہرہ پونچھتا پورچ میں آگے چلتا گیا۔ لمبی جاگنگ سے چہرہ گلابی شفاف سا ہو رہا تھا اور تنفس تیز تھا۔

لاؤنج میں آ کر وہ میز تک رکا' جھک کے اخبار اٹھائی' الٹ پلٹ کر کے دیکھی' پھر سیدھا ہوا ہی تھا کہ سامنے ایڈم نظر آیا۔ وہ اس کی عینک بڑھائے ہوئے تھا۔

''تھینکس!'' فاتح نے اخباریں رول کیں' عینک تھامی اور آگے بڑھ گیا۔

''سر!'' اس نے جلدی سے پکارا' مگر وہ رکا نہیں۔ سیڑھیوں کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔

''سر' اشعر صاحب نے کہا ہے کہ آج میں ان خاتون سے معافی مانگنے جاؤں!'' ہمت کر کے بلند آواز میں بولا۔

''کون سی خاتون' ایڈم؟'' وہ زینے چڑھتے ہوئے اخباروں کو الٹا پلٹا کر کچھ تلاش کر رہا تھا۔

''وہ گیلری والی۔'' وہ رکا اور جلدی سے اضافہ کیا۔ ''سر کیا مجھے ان سے معافی مانگنی چاہیے؟''

فاتح نے مطلوبہ میگزین نکال کے اوپر رکھا اور گردن موڑ کے ایک سادہ نظر اس پہ ڈالی۔ ''ایڈم ہر لفظ کے نتائج ہوتے ہیں۔ خاموشی کے بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے اپنے کہے گئے الفاظ کے نتائج مرد بن کے بھگتا کرو۔'' اور اوپر چڑھتا گیا۔ ایڈم کا چہرہ مزید بجھ گیا۔ (مگر میں نے ایسا کیا کہا تھا؟)

ٹیرس پہ اس کی کرسی بچھی رکھی تھی۔ ساتھ میز پہ جوس کا گلاس' اور پھل۔ سب ترتیب سے تھا۔ مگر وہ ذرا چونکا۔ وہاں عصرہ بھی بیٹھی تھی۔ اسے آتے دیکھ کے عصرہ نے نظریں اٹھائیں تو ان میں اداسی تھی۔

''تم ادھر؟'' وہ نارمل انداز میں کہتا اپنی کرسی پہ آ کے ڈھیر ہوا' اور جوگرز لمبے کر کے میز پہ قینچی کی صورت رکھ لیے۔

''آئی ایم سوری۔ میں کل رات کچھ زیادہ بول گئی۔''

''ہاں تم کل رات کچھ زیادہ ہی بول گئیں۔'' اس نے تائیدی انداز میں کہتے ہوئے سر کو خم دیا اور اخبار سینے پہ رکھ کے بازوؤں کا

تکیہ بنا کے سر ان پہ ٹکا لیا۔ اب اس کی آنکھیں توجہ سے عصرہ پہ جمی تھیں۔ بھورے بالوں کی پونی بنائے' اسکرٹ بلاؤز کے اوپر سفید رنگ کا دوپٹہ کندھوں کے گرد لپیٹے' ایک ہتھیلی پہ چہرہ ٹکائے وہ اداس نظر آتی تھی۔

''میں اندر سے دکھی ہوں فاتح۔ میرے زخم نہیں بھرتے۔ اور میں تمہارا بھی دل دکھا دیتی ہوں۔''

''اور تم سمجھتی ہو کہ میرے زخم بھر چکے ہیں۔'' وہ ہلکا سا مسکرایا۔

''کیا نہیں بھرے؟''

''میں اپنے زخموں کے بھرنے کا انتظار نہیں کرتا عصرہ!'' وہ نیم دراز بازوؤں کے تکیے پہ سر رکھے' اسے سامنے بیٹھے دیکھ کے رسان سے بولتا گیا۔ ''ان کو سی کے آگے بڑھ جاتا ہوں مگر جس کھڑکی سے میں دنیا کو دیکھتا ہوں' تم نے وہ کھڑکی بند کر رکھی ہے۔''

''فاتح.... تم....''

''عصرہ' یہ دنیا ماضی میں جینے والوں کے لئے نہیں ہے۔ وہ میری بھی بیٹی تھی' مجھے بھی دکھ ہے اس کا مگر اللہ کی چیز تھی' اللہ نے لے لی۔ میں پچھتاؤوں پہ یقین نہیں رکھتا۔ میں ماضی میں نہیں رہتا۔ میں آگے کا سوچتا ہوں۔ جبکہ تم....'' اس نے گہری سانس خارج کی۔ ''تم ہمیشہ ماضی میں جیتی ہو۔ اب نکل آؤ ماضی سے عصرہ۔ یہ دنیا بہادر اور daring لوگوں کے لئے ہے' جو آگے بڑھیں اور اس کو اپنی مثبت سوچ سے فتح کر لیں۔ یہ دنیا امید رکھنے اور خواب دیکھنے والوں کی ہے۔ بہت سی عورتیں گرتی ہیں عصرہ اور بہت سی گر کے اٹھتی ہیں' مگر جیتتی صرف وہ ہیں جو ہنس کے اٹھنے والی ہوں۔ مگر میں تم سے مایوس نہیں ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر تم تھوڑی سی کوشش کرو تو ایک دن تم بھی حال میں جینے والی بن جاؤ گی۔'' وہ بات کے اختتام پہ مسکرایا تھا۔ سیاہ بادلوں کے جھروکے سے چند آوارہ کرنیں ٹیرس پہ پڑ رہی تھیں' اور اس کے چہرے کو روشن کیے ہوئے تھیں۔ وہاں امید' نرمی' سکون سب کچھ تھا۔ عصرہ نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ اور پھر اسکے ہاتھ پہ دونوں ہاتھ رکھے۔

''مجھے مستقبل ڈراتا ہے فاتح۔'' وہ بولی تو آواز کانپ رہی تھی۔ ''تمہیں کھونے کا ڈر۔ اپنے بچوں کے رل جانے کا خوف۔ میرے دل کو سمجھو فاتح۔ ملائیشیا کا ہمارے بغیر کچھ نہیں بگڑے گا مگر ہم ٹوٹ جائیں گے۔ میں تمہارے لئے ڈرتی ہوں۔ تم یہ الیکشن نہیں جیت پاؤ گے اور جب ہارو گے تو تمہارا دل ٹوٹ جائے گا۔ جانتی ہوں کہ تم مضبوط ہو' بہادر ہو' اپنے دکھ بتاتے نہیں ہو مگر میں تمہیں ضائع ہوتے نہیں دیکھ پاؤں گی۔''

''یہی فرق ہے ہم میں عصرہ۔'' اس نے اپنا دوسرا ہاتھ اس کے گال پہ رکھ کے اس کا چہرہ تھپکا۔ ''تم یہ سوچتی ہو کہ کہیں میں ہار نہ جاؤں۔ اور میں یہ سوچتا ہوں کہ مجھے جیتنا کیسے ہے۔'' پھر اس نے دونوں ہاتھ پیچھے کر لئے' اخبار کھول کے چہرے کے سامنے کیا اور عینک آنکھوں پہ جمائی۔ عصرہ نے گہری سانس لی اور سر جھٹکا۔ وہ اس شخص کو نہیں سمجھا سکتی تھی۔

''جوس پی لو۔ گرم ہو جائے گا۔'' اس کے کندھے کو ہلکا سا تھپکا اور اٹھ گئی۔ فاتح نے اخبار پہ نظریں جمائے ''تھینکس'' کہا۔ عصرہ نے چند قدم اٹھائے' پھر ٹھہری۔

''بس ایک بات مجھے پرسکون کرتی ہے کہ آریانہ زندہ ہے۔ وہ مری نہیں ہے۔ کسی کو مل گئی ہوگی وہ۔ کسی اچھے گھرانے میں تربیت پا رہی ہوگی۔ میں مرجاتی فاتح اگر مجھے یہ امید نہ ہوتی کہ وہ کبھی نہ کبھی ہمیں واپس مل سکے گی۔ تمہارے خواب بہتر ملائیشیاء کے ہیں' میرے آریانہ کے ہیں۔ اور اس خواب نے میری ہر کھڑکی کے آگے پردے ڈال دیے ہیں۔ تم اس کو ''آریانہ تھی'' کہہ کے بلاتے ہو' اور میں اس کو ''آریانہ ہے'' کہہ کے سوچتی ہوں۔ یہی فرق ہے ہم میں' وان فاتح!'' کھڑے کھڑے' اس کو دیکھے بنا وہ کہتی گئی اور پھر آگے بڑھ گئی۔

وہ اخبار پڑھتا رہا۔ بادلوں نے پھر سے سورج کو چھپا لیا تو اس کا روشن چہرہ چھایا میں چلا گیا۔ ٹھنڈی سرمئی چھایا۔

☆......☆......☆

حالم کا اونچا بنگلہ بھی سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ بالائی منزل کے ہال کی شیشے کی دیوار سے وہ نیچے دیکھ رہی تھی جہاں ایک کار کھڑی تھی اور ایک آدمی نکل کے گھنٹی بجا رہا تھا۔

''کیا خیال ہے؟'' داتن اس کے عقب میں آ کھڑی ہوئی۔ ''ہم آج رات کا کھانا کون سے تھانے میں کھائیں گے؟''

''وہ اس باڈی مین کو ساتھ لائے ہیں۔'' وہ سنجیدہ سی نیچے نظریں جمائے بولنے لگی۔ ''ڈرائیور نہ گھڑی کو دیکھ رہا ہے' نہ آگے پیچھے۔ نہ اسے جلدی ہے نہ وہ کسی کو چھپا کے ساتھ لایا ہے۔ بار بار گیٹ کی دھات میں اپنا عکس دیکھتا ہے۔ یعنی اسے بہت ہدایت کے ساتھ خود کو بہترین پوز کرنے کا کہا گیا ہے۔ اپنے کوٹ کی جیب کو بھی تھپتھپاتا ہے' یعنی اندر کچھ ہے۔ یقیناً دعوت نامہ۔'' پھر اطمینان سے داتن کی طرف گھومی۔ ''ہم نہ صرف محفوظ ہیں بلکہ ہمارا شکار hook بھی ہو چکا ہے۔''

چند منٹ بعد تالیہ کی ایک جزوقتی ملازمہ ان دو افراد کو اندر لا رہی تھی۔ رملی طائرانہ نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لیتا قدم اٹھا رہا تھا گویا آنکھوں سے ہر شے کی مالیت کا اندازہ کرنا چاہ رہا ہو جبکہ ایڈم بجھا بجھا مگر سنجیدہ دکھائی دیتا تھا۔ دونوں ڈرائینگ روم کے صوفے پہ بیٹھ گئے تو بٹلر چلا گیا۔ ذرا دیر بعد دروازے پہ آہٹ محسوس ہوئی۔ دونوں بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے۔

وہ سامنے سے چلتی آ رہی تھی۔ لمبی اسکرٹ بلاؤز میں ملبوس' پیشانی پہ بل لئے' سینے پہ بازو لپیٹے وہ ان کے سامنے آ ٹھہری۔ ناقدانہ نگاہوں سے دونوں کو دیکھا۔

''جی؟'' ماتھے پہ مصروفیت اور اکتاہٹ سے بھری شکن تھی۔ ایڈم نے نظر اٹھا کے اسے دیکھا۔ اتنی خوبصورت' طرحدار اور بااثر لڑکی جس کے کانوں کے چمکتے ہیرے نگاہیں خیرہ کر رہے تھے.... یہ وہ تھی یا نہیں؟ اس کا دل شک میں پڑنے لگا۔ پیچھے دیوار پہ اس کی فوٹو فریم میں تصویر بھی لگی تھی۔

''میڈم۔کل آپ گیلری سے خفا ہو کر آئی تھیں' ہمیں باس نے بھیجا ہے تا کہ آپ کی غلط فہمی دور کی جا سکے۔''

''یہ!'' تالیہ نے چونک کے ایڈم کی طرف انگلی اٹھائی' اور جیسے ذہن پہ زور دیا۔''یہ مسز عصرہ کا وہی ملازم ہے نا جس نے کل مجھ پہ فقرے کسے تھے۔یا اللہ....اور آپ اس کو میرے گھر لے آئے۔'' خوبصورت آنکھیں برہمی سے سرخ پڑنے لگیں تو رملی جلدی سے بولا۔

''یہ معذرت کرنے آیا ہے' مادام۔اس سے غلطی سے ہوا جو بھی ہوا'' ساتھ ہی ایڈم کو آنکھوں سے اشارہ کیا۔(معافی مانگو) ایڈم نے پہلے اسے دیکھا' پھر تالیہ کو۔ایک قدم آگے آیا۔اس کے عین سامنے۔

''انسان کے ہر لفظ کے نتائج ہوتے ہیں چے تالیہ۔خاموشی کے بھی۔مجھے قطعاً یہ حق حاصل نہ تھا کہ میں سرِ راہ کسی خاتون کو روک کر ان کو کسی سے تشبیہہ دوں۔آپ وہ تھیں یا نہیں' مجھے بغیر کسی تعارف کے یوں بے تکلف نہیں ہونا چاہیے تھا۔میں معافی چاہتا ہوں۔'' اپنی پوری دیانتداری اور دل کی سچائی سے وہ بولا اور جیسے اس کا دل شانت ہو گیا۔

وہ اسی طرح اس کو دیکھتی رہی۔تند و تیز نگاہوں سے۔جیسے اس کے الفاظ کو تول رہی ہو۔پھر رملی کو دیکھا اور گہری سانس لی۔''ہوں....ٹھیک ہے۔میں نے معذرت قبول کی۔اور کچھ۔''

''میم' اگر آپ نے دعوت نامہ قبول نہیں کیا اور نیلامی پہ نہیں آئیں تو اس بچے کی نوکری چلی جائے گی۔اس کو اس نوکری کی اشد ضرورت ہے اور مسز عصرہ اس کو معاف نہیں کریں گی۔'' دعوت نامہ کوٹ سے نکال کے رملی نے سامنے رکھا اور لجاجت سے بولا تو ایڈم کی آنکھوں میں جہاں حیرت ابھری وہاں اہانت کا احساس بھی ہلکورے لینے لگا۔مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا' تالیہ نے تحکم سے کہا۔

''باس کو کال ملاؤ۔'' رملی نے فوراً فون لگایا اور بولا۔''سر....چے تالیہ بات کرنا چاہتی ہیں۔'' اور فون تالیہ کو پیش کیا۔

''تالیہ مراد بات کر رہی ہوں۔اوہ آپ؟ میں مسز عصرہ کی توقع کر رہی تھی۔'' وہ فون کان سے لگائے حیران ہوئی۔

''ایک ہی بات ہے۔چے تالیہ۔'' وہ شائستگی سے جواباً کہہ رہا تھا۔'' آپ عصرہ اور میری کلائنٹ نہیں' مہمان تھیں اور ہماری مہمان کسی غلط فہمی کا شکار ہو کر ہماری مہمان نوازی ٹھکرا دے' یہ ہمارے خاندان کے لئے تکلیف کی بات ہے۔''

''میں خود بھی معذرت خواہ ہوں اشعر صاحب۔'' اس کو نرم پڑتا دیکھ کے رملی کی سانس بحال ہوئی۔''یہ تو بچہ ہے' بھول چوک میں کچھ بول گیا تو مجھے ہی بڑے پن کا ثبوت دینا چاہیے تھا۔مگر آپ کے اس قدم نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔''

''گڈ۔میں عصرہ کو آگاہ کر دوں گا کہ ان کی مہمان نے مہمان نوازی قبول کر لی۔''

''میں شکر گزار ہوں' سر!'' اور فون واپس کر دیا۔پھر فرصت سے ان دونوں کو دیکھا۔بالخصوص ایڈم کو۔

''بے فکر رہو۔تمہاری نوکری نہیں جائے گی۔'' ادائے بے نیازی سے ہاتھ جھلا کے گویا تخلیہ کا اشارہ کیا' تو ایڈم کے ابرو بھنچ گئے۔

''تھینک یو' مگر مجھے یہ نوکری مستقل کرنی ہی نہیں ہے۔میں صرف گیارہ دن کے لیے متبادل کے طور پہ آیا ہوں' چے تالیہ۔'' رملی

نے گڑبڑا کے اسے گھورا' مگر وہ اسی طرح تالیہ کی آنکھوں میں دیکھتا رہا (یہ وہی ہے۔ یہ آنکھیں....ان کے تاثرات....وہی ہیں۔)

اور وہ....وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کے ٹھہر سی گئی۔ دم بخود۔ ساکن.....

نگاہوں کے سامنے منظر بدلا....ایک جھلی پہ گویا فلم سی چلنے لگی.....

رات کا سیاہ آسمان تھا....چاند چمک رہا تھا.... پہاڑی کا راستہ دشوار گزار اور پتھریلا تھا....اونچا نیچا....اور وہ دونوں آگے پیچھے چل رہے تھے....تالیہ آگے تھی....ایڈم پیچھے تھا....لباس اندھیرے کے باعث ٹھیک سے دکھائی نہیں دیتا تھا....بس تاریکی میں گویا دو ہیولے تھے جو اوپر چڑھتے جاتے تھے۔

"چے تالیہ...." وہ پیچھے سے ہانپتا ہوا بولا تو تالیہ نے گردن موڑ کے اسے دیکھا۔

"کیا ایڈم!"

"آپ کیا کرنے جا رہی ہیں؟"

"میں ہم دونوں کو بہت امیر کرنے جا رہی ہوں ایڈم!" وہ چلتے چلتے رک گیا۔

"کیسے؟" وہ پلٹی اور چمکتی آنکھوں سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ "تاشہ کے خزانے سے جسے ہم دونوں کھود کے نکالیں گے۔"

"کیا؟" وہ حیران رہ گیا۔

"کیا تم اب بھی نہیں سمجھے ایڈم کہ تاشہ نے اس دیوار پہ وہ نظم کیوں لکھی تھی؟" وہ مسکرائی۔

"کیوں؟"

"تاکہ ایڈم اور تالیہ اس دیوار تک جائیں اور وہاں مدفن خزانے کے راز کو کھود نکالیں۔ ہم دنیا کے سب سے طاقتور لوگ بن جائیں گے' ایڈم۔"

"اور وان فاتح؟" وہ پوچھ رہا تھا مگر تصویر دھندلی پڑتی گئی.....

"ہمیں اجازت!" رملی کی آواز نے اسے حال میں واپس کھینچا تو وہ چونکی۔ بس لمحے بھر کا اثر تھا اور وہ سنبھل گئی۔ پھر دوبارہ ایڈم کو دیکھا۔ اب کی دفعہ نگاہ مختلف تھی۔ حیران۔ متحیر۔ وہ البتہ مرعوب ہو کر نظر جھکا چکا تھا' مبادا مزید کوئی مصیبت نہ گلے پڑ جائے۔

"ہوں!" اس نے ہاتھ سے برخاست ہونے کا اشارہ کیا تو وہ دونوں پلٹ گئے۔

ان کے باہر نکلتے ہی داتن کمرے میں داخل ہوئی تو دیکھا' وہ سر دونوں ہاتھوں میں گرائے بیٹھی ہے۔ داتن نے بے اختیار دل پہ ہاتھ رکھا۔ "کیا وہ پولیس کو لینے گئے ہیں؟"

تالیہ نے ماتھے سے ہاتھ ہٹائے اور سر اٹھا کے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا۔ "داتن....ایک خزانہ ہے کہیں۔"

''میری پیاری بچی...میں جانتی ہوں تم مجھے کسی خزانے سے کم نہیں سمجھتیں، مگر....''

''تم سے تو بات کرنا فضول ہے۔'' وہ جھنجھلا کے کھڑی ہوئی۔ تھوڑی دیر پہلے کی شاہزادیوں والی شان اب ندارد تھی۔

''میری بات سنو۔'' وہ سنجیدہ ہوتے ہوئے بولی۔ ''جاتے وقت ایڈم نے لابی میں لگی تمہاری تصاویر میں سے ایک کو چپکے سے موبائل پہ اتارا ہے' تالیہ۔''

''ظاہر ہے اس نے یہ کرنا تھا۔ اس کا حل ہے میرے پاس۔ تم فی الحال میرے ساتھ پلان بی کی تیاری کرواؤ۔'' وہ اس موٹی مرغی کو کندھوں سے پکڑ کے دھکیل کے باہر لے جانے لگی۔

رملی کار چلا رہا تھا اور ایڈم موبائل اسکرین کو اس کی نظروں سے بچا کے وہ تصویر غور سے دیکھ رہا تھا۔ آنکھوں میں الجھن بھری گہری سوچ پنہاں تھی۔ (یہ وہی تھی۔ یا شاید نہیں تھی؟)

☆......☆......☆

کوالالمپور کی وہ تکون شیشوں سے ڈھکی عمارت بادلوں کو سر اٹھا کے دیکھ رہی تھی جو دھیرے دھیرے اس پہ قطرے ٹپکا رہے تھے۔ بوندا باندی کافی دیر سے جاری تھی۔ عمارت کے اندر پارٹی کے آفس فلور پہ معمول کی چہل پہل جاری تھی۔ راہداریوں میں پارٹی ورکرز جا رہے تھے۔ کام چل رہا تھا۔ ایسے میں ایڈم فاتح کے آفس کے باہر بے کار سا بیٹھا تھا۔ سر جھکا اور چہرہ بجھا ہوا تھا۔ دفعتاً دروازہ کھلا تو وہ تیر کی طرح سیدھا ہوا۔

فاتح کوٹ پہنتے ہوئے باہر نکل رہا تھا' ساتھ میں چلتے شخص سے بات بھی کر رہا تھا۔ گرے سوٹ' سفید شرٹ' ٹائی' اور ہلکے گیلے بال جو وہ دائیں جانب کو سنوار کے پیچھے کرتا تھا...اور اس پہ مسکراتا چہرہ....کسی بات پہ ہلکا سا ہنس کے وہ ساتھ موجود شخص کو جواب دے رہا تھا....وہ ایڈم کی طرف متوجہ نہیں تھا اور ایڈم صرف اس کی طرف متوجہ تھا۔ گزشتہ روز اس امیرزادی کے ہاں ماتھا ٹیکنے کی ساری کلفت دور ہونے لگی۔

وہ شخص آگے بڑھ گیا اور فاتح کوٹ کا کالر سامنے سے برابر کرتا مڑا تو ایڈم پہ نظر پڑی۔ ''ہاں ایڈم....کیا حال ہے تمہارا؟'' آنکھوں میں مسکراہٹ لئے نرمی سے پوچھا اور بٹن کو ہول میں ڈال کے بند کیا۔

''فٹ' سر!'' وہ تازہ دم سا ہو کے مسکرایا۔

''گڈ۔ مجھے پارلیمنٹ جانا ہے' اور مجھے کافی چاہیے۔ میرے کار میں پہنچنے تک لے آؤ ورنہ میں تمہارے بغیر جا رہا ہوں۔'' نرم لہجے سے بات شروع کر کے آخر میں تنبیہہ کی اور مڑ گیا۔ ایڈم کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔ بے ساختہ اس نے دوسری جانب دوڑ لگائی تھی۔

بارش ٹپ ٹپ برس رہی تھی جب فاتح سڑک پہ کھڑی کار میں بیٹھتا دکھائی دے رہا تھا۔ ڈرائیور نے اوپر چھتری تان رکھی تھی۔

فاتح نے دروازہ بند ہی کیا تھا کہ اسی پل بھاگتا' اور بھیگتا ایڈم کھڑکی تک آیا اور ایک کافی گلاس جس میں اسٹرا لگا تھا فاتح کی طرف بڑھایا۔

اس نے گلاس پکڑا اور اپنی چمکدار آنکھیں اٹھا کے ایڈم کو دیکھا۔

''وان فاتح پارلیمنٹ سیشن میں ہمیشہ دو کپ کافی پیتا ہے۔''

''اسی لئے میں دو کپ لایا ہوں سر۔'' اس نے دوسرا ہاتھ اٹھا کے ایک اور گلاس دکھایا تو فاتح کے لبوں پہ مسکراہٹ پھیلی۔ شیشہ اوپر کر دیا اور کپ لبوں سے لگائے اپنی کوئی فائل کھول کے دیکھنے لگا۔ ایڈم دوسرا گلاس پکڑے فرنٹ سیٹ پہ آ بیٹھا۔

بارش تیز ہو رہی تھی۔ کار سڑک پہ رواں دواں تھی اور وہ عینک ناک پہ جمائے اپنی فائل پڑھ رہا تھا۔

''میں کچھ....'' ایڈم نے پوچھتے پوچھتے شیشے میں دیکھا مگر اسے محو دیکھ کے چپ ہو گیا۔ ڈرائیور نے ایک ناگوار نظر ایڈم پہ ڈالی۔

''پوچھو ایڈم!'' فاتح نے آخری صفحہ پلٹایا اور فائل بند کر دی۔ پھر عینک اتار کے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

''کیا پھر عبدالمطلب کو اللہ نے دس بیٹے دیے؟'' وہ اس دن کے ادھورے قصے کے بارے میں پوچھنے لگا۔

وہ عینک کے ہینڈل کا کونہ دانتوں میں دبائے اس کی بات سن کے مسکرایا۔ نظریں کھڑکی کے باہر جمی تھیں۔

''ایڈم انسان شدید تکلیف کی حالت میں اللہ سے جب کسی سودے کا وعدہ کر لیتا ہے تو آزمایا بھی جاتا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ اس کی قسمت بدل جاتی ہے۔ وہ چیز اس کو پہلے بھی ملنی تھی مگر وعدے کے باعث وہ اس کی قوت ارادی کی آزمائش بن جاتی ہے۔''

''عبدالمطلب کی قوتِ ارادی کیسی تھی؟''

''میرے اور تمہارے سے بہتر تھی۔ اس وقت ان کا ایک ہی بیٹا تھا' پھر اللہ نے ان کو کئی بیٹے دیے۔ دس یا شاید اس سے بھی زیادہ۔ جب وہ جوان ہوئے اور اپنا بہترین ورژن بن گئے تو عبدالمطلب نے وعدہ نبھانے کا سوچا۔ وہ ہماری طرح اللہ کے لیے کم ترین نہیں دیتے تھے۔ بہترین دیتے تھے۔ سو انہوں نے قرعہ ڈالا اور وہ عبداللہ کے نام نکلا۔''

ایڈم نے چونک کے گردن موڑی۔ ''ہمارے رسول اللہ ﷺ کے والد کا؟''

''ہاں۔'' اس نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے گردن اثبات میں ہلائی۔ نظریں دور بھیگتے شہر پہ جمی تھیں۔ ''مگر عبداللہ کے ماموں وغیرہ آڑے آ گئے اور کہا کہ اس کو قربان نہیں ہونے دیں گے مگر عبدالمطلب وعدے کے سچے تھے۔ ایک آدمی جو اتنے برس ایک وعدے کے ساتھ جیا ہو وہ خائن نہیں ہوتا۔'' وہ بولتے بولتے چپ ہو گیا۔ انگلی سے تھوڑی کو ذرا کھرچا۔ نظریں باہر ثبت تھیں۔

''تو کیا انہوں نے عبداللہ کو قربان کر دیا؟''

''نہیں۔ وہ ایک کاہنہ عورت کے پاس معاملہ لے گئے تو اس نے کہا کہ ایک پرچی پہ عبداللہ کا نام لکھو اور دوسری پہ دس اونٹ' پھر قرعہ نکالو۔ ایسا ہی کیا تو پھر سے عبداللہ کا نام نکلا۔ وہ بولی' اونٹ بڑھاتے جاؤ' یہاں تک کہ اللہ راضی ہو جائے۔ سو وہ لوگ اونٹوں کی تعداد

بڑھاتے گئے۔ ہر دفعہ عبداللہ کا نام نکلتا یہاں تک کہ سو اونٹ کی پرچی ڈالی تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔سو عبدالمطلب نے گمان کیا کہ اللہ راضی ہے اور سو اونٹ قربان کیے۔عبداللہ کو بچالیا گیا اور تب سے آج تک مسلمانوں میں ایک انسان کی دیت سو اونٹ مقرر ہے۔تب ہی ہمارے رسول اللہ ﷺ خود کو دو ذبیحوں کی اولاد کہتے تھے۔"

"اسمعیل علیہ السلام اور عبداللہ جن کو ذبح ہونے سے بچالیا گیا۔صحیح!" وہ سر ہلا کے سمجھتے ہوئے بولا تھا۔ پھر ٹھہرا۔ ونڈ اسکرین کے پار دیکھا جہاں بارش کے قطرے مسلسل گر رہے تھے اور وائپرز روانی سے چل رہے تھے۔

"مگر وعدہ تو پورا نہیں کیا عبدالمطلب نے۔ آخر میں کفارہ ہی دیا۔ پھر اتنے برس کے وعدے کا کیا فائدہ ہوا۔"

"اللہ تعالیٰ سے انسان فائدے نقصان کے لئے کمٹمنٹ نہیں کرتا۔ اپنے اور اللہ کے اعتبار کے تعلق کو مضبوط کرنے کے لئے کرتا ہے۔ ہم اللہ سے وعدے کر کے چند دن میں ہی انہیں توڑ دیتے ہیں مگر تمہیں ایڈم' عبدالمطلب کو یاد رکھنا چاہیے جنہوں نے کئی برس اپنے وعدے کو پال پوس کے جوان کیا۔ اگر تم اللہ سے کوئی وعدہ کر لیتے ہو اور مقررہ گھڑی کے قریب آنے پہ تمہارا دل کمزور پڑنے لگ جائے' تب بھی اس وعدے کو نبھانے کی کوشش کیا کرو۔ اللہ کو تم سے کوئی چیز چھین لینا مقصود نہیں ہے' وہ صرف تمہیں کھو دینے کے خوف اور پا لینے کے لالچ سے آزاد کر کے ایک مضبوط انسان بنانا چاہتا ہے۔ ہم اپنے وعدوں کو جتنا زیادہ نبھائیں گے' اتنے ہی مضبوط بنیں گے۔ اور آخر میں اللہ خود ہی کوئی راہ نکال کے ہمیں ہماری محبوب شے لوٹا دے گا۔ عبدالمطلب کو مضبوط بننے کے لئے دس بیٹے چاہیے تھے۔ لیکن کیا تمہیں نہیں لگتا ایڈم کہ ان کو دس بیٹوں سے زیادہ ان کے وعدوں نے مضبوط کیا تھا؟" کہہ کے اس نے گلاس لبوں سے لگایا' کافی کا آخری گھونٹ اندر انڈیلا اور گلاس سائیڈ بن میں ڈال دیا۔ ایڈم نے جواب دینے کی بجائے دوسرا گلاس اس کی طرف بڑھایا' جسے اس نے تھاما' ہونٹوں تک لے کر گیا' پھر ذرا اوپر کیا۔ خوشبو اندر اتاری اور چونک کے فرنٹ سیٹ کی طرف دیکھا۔

"یہ میری کافی نہیں ہے۔ شاید یہ تم اپنے لئے لائے تھے۔" اور بغیر پیے گلاس آگے بنے اسٹینڈ میں اٹکا دیا۔ ایڈم نے سخت شرمندگی سے آنکھیں میچ لیں۔ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اب اس گلاس کو اٹھاتا۔

فاتح اسی طرح کھڑکی سے باہر دور تک پھیلی عمارتوں کو دیکھتا رہا جو بارش میں بھیگے چلی جا رہی تھیں۔

☆......☆......☆

پارلیمنٹ ہاؤس وسیع و عریض اور روشنیوں سے منور تھا۔ دور دور تک ممبران کے ڈیسک اور کرسیاں بچھی تھیں جن پہ ان کی فائلز' مائیک وغیرہ سجے تھے۔ مرکزی چبوترے پہ اونچی کرسی پہ اسمبلی کا سپیکر بیٹھا تھا اور عینک ناک پہ جمائے' نیچے کھڑے تقریر کرتے ممبر کو دیکھ رہا تھا۔

ہال کے اوپر...کافی اوپر بالکونی بنی تھی۔ وہاں سینیما گھروں کی طرف کرسیاں اوپر تک لگی تھیں جہاں لوگ بیٹھ کے پارلیمنٹ کی کارروائی دیکھتے تھے۔ عموماً لوگ کرسیوں پہ بیٹھے ہوتے تھے' مگر وہ گیلری میں ریلنگ کے ساتھ کھڑی نیچے دیکھ رہی تھی۔ سنہرے بال فرنچ

چوٹی میں گوندھے‘ وہ سیاہ اسکرٹ اور سفید بلاؤز کے اوپر سیاہ منی کوٹ پہنے ہوئے تھی‘ اور سر پہ ترچھا کر کے سفید ہیٹ رکھا ہوا تھا۔ سفید گلابی چہرے پہ ہلکی سی مسکراہٹ رقصاں تھی۔

نیچے ممبران معمول کے انداز میں بیٹھے تھے۔ کچھ آپس میں بات کر رہے تھے‘ کچھ اپنے لیپ ٹاپس پہ ٹائپ کر رہے تھے‘ اور زیادہ تر تقریر کرتے فاتح کو سن رہے تھے۔ تالیہ یہاں سے اس کی پشت دیکھ سکتی تھی۔ وہ اپنی جگہ پہ کھڑا‘ اسپیکر کی طرف رخ کیے بات جاری رکھے ہوئے تھا۔

”مجھے آج افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ ملے پارلیمنٹ نے میرا ایجوکیشن بل نامنظور کر دیا ہے۔ تو ان اسپیکر (جناب اسپیکر)‘ ہم اس بل کے ذریعے تعلیمی شعبے میں وہ اصلاحات متعارف کروانا چاہتے تھے جو....“

تالیہ بور سی ہو کے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ قانون سازی کی خشک باتوں سے اسے دلچسپی نہ تھی۔ وہ دوسرے مقصد کے لئے آئی تھی۔ گردن آگے پیچھے گھمائی تو ٹھہری۔ فاصلے پہ ایڈم کھڑا تھا۔ توجہ سے تقریر کرتے وان فاتح کا ایک ایک لفظ سنتا ہوا۔ وہ بور نہیں ہو رہا تھا۔

وہ نامحسوس طریقے سے اس کے ساتھ جا کھڑی ہوئی۔ جانے کس احساس کے تحت ایڈم نے یونہی گردن موڑی تو اسے دیکھ کے چونکا۔

”آپ یہاں؟“ تالیہ چونکی۔ پھر اسے دیکھ کے مشکوک نظر آنے لگی۔

”تم میرا پیچھا تو نہیں کر رہے؟ اور بعد میں اس پہ معافی مانگ لو گے؟“

”نہیں نہیں....“ وہ شرمندگی سے وضاحت کرنے لگا۔ ”میں تو وان فاتح کے ساتھ آیا ہوں۔“

”ہوں!“ وہ کروفر سے ہنکارا بھر کے گردن واپس موڑ گئی اور سنجیدگی سے نیچے دیکھنے لگی۔ البتہ ایڈم کا دھیان بٹ چکا تھا۔

”آپ یہاں کیسے؟“

”اشعر صاحب کہاں ہیں؟“ وہ نیچے دیکھتے ہوئے خشکی سے بولی۔

”وہ نیچے بیٹھے ہیں۔ وان فاتح کے پیچھے۔ کیا آپ ان سے ملنا چاہتی ہیں۔“

”ہوں۔“ اس نے بےچینی سے گھڑی دیکھی۔

”ابھی لنچ بریک ہوگی تو میں آپ کو ان کے پاس لے جاؤں گا۔ وہ اسی راستے سے باہر نکلیں گے۔“ وہ اشارہ کر کے سمجھانے لگا‘ پھر ایک غیر آرام دہ نظر اس پہ ڈالی۔ ”آپ نیلامی پہ آئیں گی نا۔“ اسے دیکھ کے اندیشہ سا ہوا کہ پھر کوئی گڑبڑ نہ کر دے۔

”ظاہر ہے بچے۔ میں نے کل کہا تھا نا‘ میں نے تمہیں معاف کیا۔“

”مگر میں نے آپ کو بدصورت نہیں کہا تھا۔ پلیز مجھے وضاحت کرنے دیں۔ میں نے آپ کی شکل کی ایک لڑکی دیکھی تھی کسی کے گھر‘ میں سمجھا وہ آپ ہیں۔“

تالیہ پوری اس کی طرف گھومی اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔ ''تو کیا وہ میں ہوں؟''

ایڈم اس کی نظروں کی تاب نہ لا سکا۔ بس ایک نظر انہیں دیکھا اور شک وشبہہ رفع ہونے لگا۔ یہ وہ نہیں تھی۔ اس نوکرانی کی تو شکل بھی اب اسے بھولتی جا رہی تھی۔

''نہیں۔ مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔ سوری۔'' سچائی سے اس نے نظریں جھکا کے اعتراف کیا۔

''دلچسپ بات یہ ہے جناب اسپیکر کہ اس وقت اسمبلی میں آدھے سے زیادہ لوگ میری بات کو غیر اہم جان کے صرف لنچ بریک کا انتظار کر رہے ہیں۔ باقی آدھے سو رہے ہیں۔'' اس نے ایک دم تقریر کا کاغذ ڈیسک پہ پٹخا اور اونچی آواز میں بولا تو وہ دونوں چونک کے متوجہ ہوئے۔ ہال میں چلتی سرگوشیوں میں کمی آئی۔ سناٹا چھانے لگا۔

وان فاتح اپنی جگہ پہ کھڑا' اسپیکر کو دیکھ کے دبے دبے غصے سے بول رہا تھا۔ گرے سوٹ' اور دائیں طرف کو پیچھے کر کے جمائے بالوں کے برعکس اس کی آواز آج قابو میں نہیں لگ رہی تھی۔

''کیونکہ ان کو تعلیم کی باتیں بورنگ لگتی ہیں۔ کیونکہ ان باتوں کا رزلٹ اگلے الیکشن تک نہیں ملتا۔ مگر اونچی عمارتوں اور لمبی سڑکوں کا مل جاتا ہے۔ شہر میں نئے پھول لگانے اور نئے پارک بنانے کا بھی مل جاتا ہے۔ سیاستدان ہمیشہ اگلے الیکشن کا سوچتا ہے' مگر لیڈر اگلی نسل کا سوچا کرتا ہے' سر! وان فاتح یہ بل اس لئے پاس کروانا چاہتا تھا کیونکہ وان فاتح اس وقت کا بھی سوچ رہا تھا جب وہ خود مر چکا ہو گا مگر ملائیشیا کے بچے آج سے زیادہ مشکل حالات میں ہوں گے۔'' اس نے بلند آواز میں کہتے ہوئے جھک کے ڈیسک دو دفعہ بجایا تو سارے میں گہری خاموشی چھا گئی۔ اشعر خاموشی سے پیچھے بیٹھا سن رہا تھا۔

''ٹھیک ہے میں وزیر اعظم صاحبہ کی پارٹی میں سے نہیں ہوں!'' اس نے ہاتھ اٹھا کے کافی فاصلے پہ اگلی قطار میں بیٹھی خاتون کی طرف اشارہ کیا۔ تالیہ نے گردن اونچی کی۔ سفید اسکارف اوڑھے وزیر اعظم فرنٹ پہ بیٹھی تھی اور یہاں سے اس کی پشت دکھائی دیتی تھی۔ ''مگر میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ بچے میرے اور ان کے' ہم سب کے نہیں تھے؟ کیا ہم مل کے سیاسی اختلافات کو بھلا کے اپنے بچوں کے لئے ایک پلیٹ فارم پہ اکٹھے نہیں ہو سکتے تھے۔ مگر نہیں۔ صرف اس لئے کہ وان فاتح نے تعلیم کے نام پہ ووٹ لیا ہے' میڈم وزیر اعظم نے میرے وعدے کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے اس بل کو نا منظور کروایا۔ مگر مجھے آپ کو وعدوں کے متعلق ایک بات بتانے دیجئے۔'' وہ برہمی سے اونچی آواز میں کہہ رہا تھا۔ نظریں وزیرِ اعظم کی کرسی پہ تھیں جس نے مڑ کے اسے دیکھا تک نہیں۔ بنا اثر لیے سامنے دیکھتی رہی۔

''چونکہ وزیرِ اعظم صاحبہ کو وعدے پورے کرنے کی عادت نہیں ہے' اور وہ ہمیشہ لینے پہ یقین رکھتی ہیں' دینے پہ نہیں اس لئے وہ اس بات سے ناواقف ہیں کہ کچھ لوگ اپنے وعدوں کی پاسداری کے لئے اپنی قیمتی متاع کو بھی ذبح کر دیتے ہیں' اور آپ کے لئے بری خبر یہ ہے کہ وان فاتح ایسے ہی لوگوں میں سے ایک ہے۔ مجھے کہا جاتا ہے کہ میں اکیلا رہ گیا ہوں' میری پارٹی تک میرے ساتھ نہیں کھڑی۔

جیسے وان فاتح کو اس بات کی بہت فکر ہے کہ وہ اکیلا رہ گیا تو کیا ہوگا۔ اگر میرے اوپر ایسا وقت آیا کہ ملے قوم میں سے صرف ایک شخص بھی میرے ساتھ کھڑا ہو' میں تب بھی اپنا وعدہ پورا کروں گا' میں اس ایک شخص کا بھی لیڈر رہوں گا۔ اور یاد رکھیے گا میڈم' میں پھر سے اس بل کا ڈرافٹ تیار کروں گا اور اب کی بار... میں....اس بل کو.... آپ کے.... حلق سے.... نیچے اتاروں گا! اور آپ مجھے بے بسی سے ایسا کرتے دیکھیں گی۔'' کہہ کے اس نے زور سے ڈیسک پہ ہاتھ مارا۔ چہرہ جذبات کی حدت سے سرخ پڑ رہا تھا۔ پھر ٹائی کو ڈھیلے کرتے وہ واپس کرسی پہ بیٹھا تو اوپر گیلری سے جہاں تالیاں گونجنے لگیں' وہیں ہال میں بیٹھے اس پارٹی کے چند ارکان ڈیسک بجانے لگے۔ (اسمبلی میں بیٹھ کے ڈیسک بجانے کا مطلب تعریف اور کھڑے ہو کے بجانے کا مطلب احتجاج ہوتا ہے۔) حکومتی ارکان البتہ خاموش بیٹھے رہے۔

اور وہ دونوں بھی اوپر بالکل خاموش سے کھڑے تھے۔ ایڈم گم صم سا تھا اور وہ یک ٹک اس آدمی کو دیکھ رہی تھی جو اب ٹیک لگا کے ٹانگ پہ ٹانگ جمائے کرسی پہ بیٹھ چکا تھا۔ قریب بیٹھے افراد نے آگے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کے اس کا کندھا تھپتھپایا تھا۔ کسی نے پانی کی بوتل آگے بڑھائی جو اس نے تھام کے لبوں سے لگا لی۔

چند منٹ بعد وہ نیچے راہداری میں ایڈم کے ساتھ کھڑی تھی۔ گارڈز بھی ساتھ ہی کھڑے تھے۔ دفعتاً لفٹ کے دروازے کھلے اور.... چند افراد باہر نکلے۔ آگے وہ دونوں تھے۔ اشعر اور.... تالیہ کے دل کی دھڑکن مِس ہوئی.... وان فاتح۔

وہ اب قطعاً غصے میں نہیں لگ رہا تھا' مسکرا کے اشعر کی بات سن رہا تھا جو خوشگوار انداز میں اس کے قریب جھکے کچھ کہہ رہا تھا کہ اس کی نظر تالیہ پہ پڑی۔ آنکھوں میں حیرت اتری۔ اس نے ہلکے سے فاتح کی کہنی کو چھو کے کچھ کہا تو فاتح نے نظر اٹھا کے اس طرف دیکھا۔ پھر وہ دونوں چند قدم آگے آئے۔ تالیہ کو لمحے بھر کے لیے اپنا سارا اعتماد ہوا ہوتا محسوس ہوا۔ بے اختیار نظریں فاتح پہ جمی تھیں۔

''تالیہ! آپ یہاں؟'' اشعر نے کہتے ہوئے ایڈم کو دیکھا تو ذرا سا چونکا۔ ''کیا وہ بات ختم نہیں ہوئی۔''

''مجھے شرمندہ مت کریں' اشعر صاحب۔'' پھر فاتح کو دیکھ کر ادب سے سر کو خم دیا۔ ''وان فاتح!'' اس نے جواباً دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ سر کو جنبش دی اور کلائی کی گھڑی دیکھی۔ اسے جانا تھا۔ اس کے عجلت بھرے انداز نے تالیہ کو بے چین کیا۔ جلدی سے بولی۔

''میں اشعر صاحب سے بات کرنے آئی تھی مگر آپ کی تقریر.... بہت اچھی تھی۔ میں ایک ایک لفظ سے اتفاق کرتی ہوں۔ لیکن....'' وہ ٹھہری تو فاتح جو غالباً آگے بڑھنا چاہتا تھا' رک کے اسے دیکھنے لگا۔ ابرو اکٹھے ہوئے۔ ''لیکن؟''

''میں نہیں مان سکتی کہ کبھی آپ پہ ایسا وقت آ سکتا ہے کہ آپ کے ساتھ ملے قوم میں سے سوائے ایک کے کوئی نہ کھڑا ہو' لیکن اگر کبھی ایسا وقت آیا تو میں اپنی پوری سچائی سے کہتی ہوں کہ میں وہ ایک شخص ضرور رہوں گی۔''

''میں بھی!'' ایڈم نے زیرِ لب کہا تھا۔

''تھینک یو تاشہ!'' وہ تکلفاً مسکرایا' جیسے اسے اس بات سے فرق نہ پڑا ہو۔ وہ ان باتوں کا عادی تھا۔

''تالیہ....ان کا نام تالیہ ہے۔'' اشعر نے کھنکھار کے تصحیح کی۔ پھر ایک گہری نظر تالیہ پہ ڈالی۔ وہ گردوپیش سے بے نیاز فاتح کو دیکھے جارہی تھی۔اشعر کی پیشانی پہ ہلکی سی شکن ابھری۔

''صحیح....صحیح ...تالیہ....'' اس نے پیشانی چھوئی۔''میری بیوی شکر ہے یہاں نہیں ہے' ورنہ اس کو خفا ہونے کے لئے ایک اور وجہ مل جاتی۔'' وہ جھرجھری لے کر ہلکا سا ہنسا۔ پھر گھڑی دیکھی اور اشعر کی طرف متوجہ ہوا۔''میں کار میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔''

''مجھے....ایک بات کرنی تھی۔'' وہ جلدی سے بولی مگر وہ نہیں رکا اور آگے بڑھ گیا۔اس کے گارڈز اور ایڈم اس کے ساتھ ہو لیے۔تالیہ کی رنگت بجھی۔تو اشعر مسکرا کے آگے ہوا' اور حوصلہ افزا انداز میں کہا۔''آبنگ کو دل رکھنے کی عادت نہیں ہے۔وہ ہماری دنیا کے انسان نہیں ہیں۔مگر آپ کہیے۔میں سن رہا ہوں۔'' مگر تالیہ کا چہرہ بجھا ہوا دکھائی دیتا تھا۔

''میں گھائل غزال میں انٹرسٹڈ ہوں۔''

''اور؟''

''میں صرف یہ چاہتی تھی کہ مسز عصرہ سے ذاتی طور پہ مل لوں۔گیلری سے ہٹ کے مگر....'' ایک اداس نظر اس طرف ڈالی جہاں وہ اپنے گارڈز کے ساتھ جاتا دکھائی دیا تھا۔''شاید مسز فاتح یوں ہر ایک سے نہیں مل لیتیں۔'' وہ جیسے ہرٹ ہوئی تھی۔

''وہ ہر ایک سے واقعی نہیں مل لیتیں لیکن میرا نہیں خیال کہ وہ آپ کو ہر ایک کی کیٹیگری میں رکھتی ہیں۔'' وہ چونک کے اشعر کو دیکھنے لگی۔آنکھوں میں امید جاگی۔''کیا یہ ممکن ہے؟''

''جی یہ ممکن ہے۔آج رات آپ میرے اور عصرہ کے ساتھ ان کے گھر ڈنر کیجئے گا۔وہیں آپ پینٹنگ کی بات کر لیجئے گا۔آپ یقیناً یہ چاہتی ہیں کہ کاکا اس کو نیلامی پہ نہ رکھیں۔'' ابرو اٹھا کے سوال کیا گویا اس کا چہرہ پڑھ رہا ہو۔دونوں ابھی تک راہداری میں آمنے سامنے کھڑے تھے۔

''جی۔نیلامی پہ مجھے ڈر ہے کہ وہ میرے ہاتھ سے نہ نکل جائے۔میں زیادہ قیمت دے کر بھی اس کو اپنے لیے پہلے سے بک کرنا چاہتی ہوں۔مسز عصرہ واقعی میری بات رک کے سنیں گی نا؟'' وہ آس سے بولی جیسے ابھی بھی خوفزدہ ہو کہ اشعر اپنا ذہن بدل نہ لے۔

''کاکا آبنگ جیسی نہیں ہیں چے تالیہ۔وہ آپ سے مل کے بہت خوش ہوں گی۔ہاں لیکن میں یہ وعدہ نہیں کر سکتا کہ وہ پینٹنگ نیلامی سے نکالنے پہ راضی ہو جائیں گی۔'' اس بات پہ وہ مسکرائی۔

''اور اگر میں کوئی ایسی سفارش لے آؤں جس کو وہ رد نہ کر سکیں تو؟''

اشعر ہلکا سا چونک کے اسے دیکھنے لگا' پھر مسکرایا۔''آپ سفارش لائیں' ہم دیکھ لیں گے۔مجھے اجازت!'' تالیہ نے مسکرا کے سر ہلایا اور ایک طرف ہٹ گئی۔وہ آگے بڑھا تو اس کے منتظر گارڈز بھی ساتھ چلتے گئے۔

''تو اس نے تمہیں گھر بلایا ڈنر پہ؟'' کار میں بیٹھتے ہی داتن نے چھوٹتے ہی پوچھا۔ تالیہ اطمینان سے بیٹھی اور دروازہ بند کر کے سیٹ بیلٹ پہننے لگی۔

''کیسے نہ بلاتا۔ مجھے پتہ تھا وان فاتح نے مجھے گھاس نہیں ڈالنی اور اشعر ٹھہرا خوش اخلاق۔ مجھے ''ہرٹ'' دیکھ کے مداوا کرتے ہوئے ڈنر پہ بلالے گا۔ سب پلان کے مطابق ہو رہا ہے۔'' ہیٹ اتار کے اس نے پچھلی سیٹ پہ ڈالا۔

''کل دعوت نامہ بھی اشعر نے بھیجا تھا۔ اب یہ دعوت بھی اشعر نے کر ڈالی۔ یہ تم میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہا ہے۔'' داتن کار اسٹارٹ کرتے ہوئے تھوڑی کھٹکی تھی۔

''کیونکہ میں اس کی بہن کے بار وبار کے لئے منافع بخش ثابت ہو سکتی ہوں۔''

''اشعر جیسے سیاست دانوں کو گلیمرس بیوی کی تلاش ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ مزید پاپولر ہو جائیں۔''

''اسے لڑکیوں کی کیا کمی ہے داتن؟ وہ صرف اپنی بہن کے لیے کر رہا ہے یہ۔'' وہ شانے اچکا کے بے نیازی سے بولی تو داتن خاموش ہو گئی۔

''فاتح مجھے تاشہ کہتا ہے.... یہ تاشہ کون ہے؟'' وہ کھڑکی سے باہر دیکھتے سوچ میں ڈوبی بولی تھی۔

''تمہارے پاس ایک شناختی کارڈ ساشا کے نام کا ہے نا۔''

''اوہو کتنی دفعہ بتاؤں موٹی مرغی' اس نے ساشا نہیں کہا' تاشہ کہا ہے۔ میں نے اس دن ایک وژن دیکھا تھا کہ ایڈم اور میں کسی تاشہ کے خزانے کو تلاش کر رہے ہیں۔ کوئی خزانہ ہے داتن..... اور کوئی تاشہ کی نظم جس سے مجھے وہ خزانہ ڈھونڈنا ہے۔''

''تو پھر انتظار کرو۔ تمہارے خواب تمہیں راستہ دکھا ہی دیں گے۔ فی الحال ڈنر کا سوچو۔''

''رائٹ!'' وہ سر جھٹک کے سیدھی ہوئی اور گہری سانس اندر اتاری۔ ''ہمارے پاس آج رات تک کا وقت ہے۔ ڈنر پہ مجھے عصرہ کے سامنے نقلی پینٹنگ کی اصلیت کھولنی ہے اور اس شخص کا پردہ بھی چاک کرنا ہے جو عصرہ کو دھوکہ دے رہا ہے۔ وہ کون ہے' اس کو ہم نے شام سے پہلے ڈھونڈنا ہے۔ یہاں سے رائٹ لے لو۔ ہمیں ابھی گیلری کی طرف جانا ہے۔ وقت نہیں ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولی اور ساتھ میں چھوٹا آئینہ نکال کے چہرے کے سامنے کیے لپ اسٹک گہری کرنے لگی۔

☆......☆......☆

واپس پارلیمنٹ ہاؤس کے باہر آؤ تو پارکنگ میں کار کھڑی تھی اور دروازہ کھلا تھا۔ اندر بیٹھا فاتح موبائل پہ میلز چیک کر رہا تھا' اور غالباً اشعر کا انتظار بھی۔ اشعر پارکنگ کے سرے پہ کھڑا املی کی بات توجہ سے سن رہا تھا۔

''تمام معلومات اکٹھی کی ہیں۔ وہ واقعی اتنی ہی امیر ہے جتنی نظر آتی ہے۔'' وہ دبے دبے جوش سے بتا رہا تھا۔ ''چند معروف

کمپنیز میں اس کے شیئرز ہیں۔ باپ عرصہ ہوا مرکھپ گیا تھا' تب سے ساری دولت کی بلاشرکتِ غیرے مالک رہی ہے۔کئی سال امریکہ میں رہی' وہیں پلی بڑھی' تین سال ہوئے کے ایل آئی ہے۔ پارٹیز اور آرٹ کی خدمت بس یہی کام کرتی ہے۔ریکارڈ بالکل صاف ہے۔ایک چالان تک نہیں ہوا آج تک۔'' پھر وہ ٹھہرا۔اشعر جو مسکرا کے سن رہا تھا' اس کے وقفے پہ قدرے بدمزہ ہوا۔

''تمہاری ٹون سے لگتا ہے تم ''مگر'' کہنے والے ہو۔''

''نہیں سوری سر' مگر میں یہ سوچ رہا تھا کہ جس کا بھی بیک گراؤنڈ ڈیٹا اکٹھا کروں اس کے دامن کا کوئی نہ کوئی دھبا ضرور مل جاتا ہے۔ایک پارکنگ ٹکٹ ہی سہی۔ڈرنک ڈرائیونگ کا ایک ایکسیڈنٹ ہی سہی مگر یہ لڑکی بالکل صاف ہے۔کچھ زیادہ ہی صاف ہے۔''

''بہت سے لوگ صاف ہوتے ہیں رملی۔بے کار کی باتیں نہ سوچا کرو۔'' وہ اکتا کے بولا اور کار کی طرف بڑھ گیا۔اندر بیٹھے ہی وہ قدرے درشتی سے فاتح سے مخاطب ہوا تھا۔

''وہ کاکا کے لیے بہت منافع بخش ڈونر ثابت ہوسکتی ہے۔بھائی آپ کو اس کو تھوڑا سا وقت دینا چاہیے تھا۔''

وہ جو عینک ناک پہ جمائے موبائل دیکھ رہا تھا' اسی طرح سر جھکائے بولا۔'' کاکا کا بہانہ نہ کرو' ایش۔تمہیں وہ لڑکی پسند آ گئی ہے۔اس لیے تم اس پہ جتنا چاہے وقت ضائع کرو' میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔''

اشعر نے فوراً سامنے بیٹھے ڈرائیور اور ایڈم کو دیکھا اور پھر برہم سی خاموشی سے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

☆......☆......☆

کوالالمپور کی وہ چوڑی سڑک درختوں سے گھری تھی۔دونوں اطراف میں دو تین منزلہ اونچی لکڑی کی عمارتیں بنی تھیں۔کسی زمانے میں یہ گھر تھے مگر اب ان کو تراش خراش کے بعد آرٹ گیلریز' ریسٹورانٹس اور ڈیزائنر شاپس میں ڈھال دیا گیا تھا۔سرسبز درختوں کے پسِ منظر میں بھوری لکڑی کی اونچی شاپس بہت بھلی معلوم ہوتی تھیں۔عصرہ کی آرٹ گیلری بھی ان کے وسط میں کھڑی تھی۔

گیلری کے بالکل سامنے سڑک پہ ایک پولیس کار آرکی' دروازے کھلے اور اندر سے وہ دونوں باہر نکلیں۔تالیہ نے فرانسیسی جوڑا بنا کے سن گلاسز پہن رکھی تھیں۔ہونٹوں پہ بھوری لپ اسٹک لگائے سیاہ کوٹ پہنے وہ سخت گیر سی آفیسر معلوم ہوتی تھی۔جبکہ داتن پولیس کے یونیفارم میں ملبوس تھی۔

تالیہ اعتماد سے آگے چلتی' ماتھے پہ بل ڈالے گیلری کے مقابل شاپ میں داخل ہوئی جو ایک کپڑوں کا بوتیک تھا۔

''ساشا کمال.....اے ایس پی رائل ملیشیا پولیس۔'' وہ بیج کارڈ لہراتی ریسیپشن پہ آئی اور ایک کہنی کاؤنٹر پہ رکھی۔'' اور یہ انسپکٹر صوفیہ ہیں۔'' سنجیدہ خشک انداز میں داتن کا تعارف کروایا۔

کاؤنٹر والا لڑکا سیدھا کھڑا ہو گیا۔''جی آفیسر.....کیا ہوا؟''

''دی رو میں ایک قتل ہو گیا ہے۔ ہائی پروفائل۔ مجھے تمہارا سی ٹی وی ریکارڈ دیکھنا ہے۔'' کروفر سے کہہ کر اس نے ہاتھ جھلایا اور جھک کے کاؤنٹر کی مانیٹر اسکرین اپنی جانب موڑی۔

''کیا ہو رہا ہے؟'' مینیجر سامنے سے چلتا آیا تو دونوں پولیس آفیسرز نے گردن موڑ کے اسے دیکھا۔ مینیجر ناخوش لگتا تھا۔ کبھی ان کو دیکھتا کبھی گاہکوں کو جو مڑ مڑ کے اسی طرف دیکھ رہے تھے۔ تالیہ اسے نظر انداز کر کے واپس لڑکے کی طرف مڑی۔

''صوفیہ تمام عملے سے پوچھ گچھ کریں گی' تم مجھے کل کی فوٹیجز نکال کے دو۔'' تحکم سے وہ بولی مگر اس سے پہلے کہ لڑکا کمپیوٹر پہ جھکتا 'مینیجر سر پہ پہنچ چکا تھا۔ اس کے چہرے پہ ناگواری تھی۔

''وارنٹ ہے آپ کے پاس؟''

''آپ کے خیال میں میں وارنٹ کے لیے کورٹ کے چکر لگاتی رہوں اور قاتلوں کو بھاگ جانے دوں؟''

''کون سا قتل ہوا ہے یہاں؟ کمال ہے ہمیں خبر بھی نہیں ہوئی۔''

''پھر دعا کرو کہ تمہارے عملے کا تعلق نہ نکل آئے جرم سے' ورنہ سارے زمانے کو خبر ہو جائے گی۔ فوٹیجز نکالو یار' کیا کر رہے ہو۔'' لڑکے کو جھڑکا تو وہ فوراً کی بورڈ پہ بٹن دبانے لگا۔ مینیجر نے چبھتی ہوئی آنکھوں سے باری باری دونوں کا جائزہ لیا۔

''کون سے تھانے سے ہیں آپ؟''

''تن اچ ایس لی پولیس اسٹیشن۔'' پیچھے کھڑی داتن روکھے انداز میں بولی تھی۔

''اچھا۔ میرا کزن بھی وہاں کام کرتا ہے۔ کبھی آپ کا ذکر نہیں کیا اس نے سا شا کمال صاحبہ۔''

''کیا نام ہے آپ کے کزن کا؟'' وہ پرسکون رہی۔ بے نیاز اور اکتائی ہوئی۔

''نصر اللہ پترا۔ سب انسپکٹر ہے۔''

تالیہ نے بے زاری سے کچھ کہنے کے لئے لب کھولے کہ داتن تالیہ کے برابر آئی۔ ''نصر اللہ پترا تو دو سال پہلے کار ایکسیڈنٹ میں فوت نہیں ہو چکا؟ اس کی روح نے آ کر اگر تمہیں میڈم کے بارے میں خبر نہیں دی تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔'' سیاہ موٹی عورت اسے گھور کر چبا چبا کے کہتی دو تین قدم مزید قریب آئی تو مینیجر کے تاثرات بدلے۔ وہ پیچھے ہٹا۔

''اگر تم جیسے mysognist مرد عورتوں کو وردی میں برداشت نہیں کر سکتے اور چاہتے ہو کہ ہمارے تھانے فون کرو تو ملاؤ فون۔ اچھا ہے آج سارا دن پولیس کی گاڑیاں تمہارے اسٹور کے باہر کھڑی رہیں تا کہ گاہک ادھر آنے کی زحمت نہ کریں۔'' موٹی ایک ایک حرف تپش سے ادا کرتی گھورتے ہوئے آگے آ رہی تھی اور مینیجر پیچھے ہٹ رہا تھا۔ اس کے چہرے کی کلفت اور شک سب زائل ہو چکا تھا۔

''اب ہم تھانے سے کسی مرد آفیسر کو بلا کے لائیں گے یا تم لوگوں نے تعاون کرنا ہے؟'' تالیہ برہمی سے بولی۔

''لگاؤ....ان کو کیا دیکھنا ہے....شاباش دکھاؤ۔'' وہ لڑکے کی طرف گھوما تو وہ یس باس کہتا جلدی جلدی مطلوبہ فوٹیج لگانے لگا۔ تالیہ نے بدقت مسکراہٹ دبائے فلیش ڈرائیو اس کی طرف بڑھائی۔

باہر پولیس کار میں بیٹھتے ساتھ ہی وہ داتن کی طرف گھومی تھی۔ ''تمہیں کیسے پتہ کہ اس کا کزن مر چکا ہے۔''

داتن نے جواب میں شاہانہ بے نیازی سے کندھے اچکائے۔ ''میں کردار میں خود کو اچھے سے ڈھالتی ہوں تالیہ۔ جس تھانے کی آفیسر کا رول کر رہی ہوں اس کے بیس سال کا ریکارڈ میرے زرخیز ذہن میں محفوظ ہوتا ہے۔ ایک ایک شخص کا نام' ایک ایک کیس کا نمبر۔''

''واؤ داتن!'' وہ بے حد متاثر ہو کے بولی۔ ''میں کتنی امپریسڈ ہوں تم سوچ نہیں سکتیں۔ اتنی ذہین اور باکمال گرفتر کا ساتھ میرے لئے کتنے فخر کی بات ہے۔ کاش میں بھی تم جتنی ذہین ہوتی۔'' آخر میں افسوس سے بولی تو داتن کے سیاہ گالوں میں سرخی گھلی۔ وہ شرمانے کے ساتھ حیران بھی ہوئی۔

''سچ؟''

''ہرگز نہیں۔'' وہ چیخ کے بولی۔ ''کیونکہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تم جب بھی پولیس والی کا رول کرتی ہو تو کان میں لگے اس آلے سے....(اس کے کان سے ٹکڑا کھینچ نکالا) ہر وقت اپنی پولیس والی دوست سے آن لائن رابطے میں رہتی ہو' تاکہ ادھر کوئی کسی کا نام لے' ادھر تمہاری دوست تمہیں کان میں خبر کر دے۔ ہونہہ۔'' آلہ اس کی مٹھی میں پٹخا۔ لیکن داتن ذرا بھی شرمندہ نہ ہوئی۔

''یہ بھی آرٹ کی ہی ایک قسم ہے۔''

''اور اسے شارٹ کٹ کہتے ہیں۔''

داتن نے افسوس سے اسے دیکھا اور کار اسٹارٹ کی۔ ''دل دکھانے والوں کا قیامت کے دن الگ سے حساب ہو گا' تالیہ۔''

''اس سے پہلے دنیا کی آدھی آبادی کا کھانا کھا جانے والوں کا ہو گا۔'' سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس نے لیپ ٹاپ کھولا اور فلیش اس میں لگائی۔ اسکرین ذرا سیدھی کی اور گردن جھکا کے غور سے دیکھا۔ ''مسز عصرہ نے کہا تھا کہ میرے آنے سے پہلے عرب شیخ نے آ کر پینٹنگ ان کو دی۔ یہ دیکھو' یہ میں جا رہی ہوں شاپ میں۔'' وہ ویڈیو کو پیچھے کر رہی تھی جو اسٹور کے بیرونی کیمرے سے لی گئی تھی اور اس میں گیلری میں جاتے لوگ صاف دکھائی دے رہے تھے کیونکہ اسٹور اور گیلری آمنے سامنے تھے۔

''اوہ۔ یہ ہے وہ عرب شیخ جس نے مسز عصرہ کو پینٹنگ دی۔ اس کے گارڈز پینٹنگ کا باکس اٹھا کے اندر لے جا رہے ہیں۔ اسے پہچانتی ہو۔'' اس نے اسکرین کا رخ داتن کی طرف موڑا۔ اس نے ڈرائیو کرتے ہوئے ایک نظر ڈالی۔

''نہیں۔ کون ہے یہ؟''

''یہ نوفل ہے۔ شیخ جاسم کا ملازم جس سے ہم نے پینٹنگ چرائی تھی مگر یہاں تو یہ بڑے اچھے کپڑے جوتے پہن کے آیا ہے۔

ڈیزائنر گلاسز۔ واہ۔ شیخ بننے کی اداکاری کر رہا ہے۔''

''تمہیں اس کی ابھی تک شکل یاد ہے؟'' جواب میں تالیہ نے ایک سلگتی نظر اس پہ ڈالی۔ ''بدقسمتی سے میرا زرخیز دماغ بیس سال پہلے تھانے کا ریکارڈ تو اپنے اندر محفوظ نہیں رکھتا' مگر ڈیڑھ سال پہلے چوری کی گئی پینٹنگ سے متعلقہ گھر کی تمام معلومات یاد ہیں مجھے۔ یہ نوفل ہی ہے' اس کی پوری چھان بین کی تھی ہم نے۔''

''یعنی اس نے شیخ بن کے پینٹنگ مفت میں دی ہے۔ عطیے کے طور پہ۔ اگر پیسے کمانا مقصد نہیں ہے تو پھر کیا؟''

''دشمنی۔ کیونکہ جب نیلامی پہ عصرہ یہ پینٹنگ بیچیں گی اور وہاں خریدار نے ماہرین کو بلا کے اسے چیک کروایا اور میڈیا کے سامنے یہ بات کھلی کہ پینٹنگ نقلی ہے تو عصرہ مشکل میں پڑ جائیں گی۔ پچھلے دس سال سے بیچی ایک ایک پینٹنگ کا آڈٹ ہو گا۔ مقدمے.....اسکینڈل.....''

''تو ہم ان کی مدد کیوں کر رہے ہیں؟ یہ ان کا معاملہ ہے۔ ہمارا اس سے کیا لینا دینا۔''

''میں وان فاتح کو اس طرح ہرٹ ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔ بس میں نہیں دیکھ سکتی۔'' اس نے اسکرین آہستہ سے فولڈ کی۔ ''یہ جو کوئی بھی ہے' اس کا مقصد وان فاتح سے دشمنی نکالنا ہے' نا کہ عصرہ سے۔''

داتن نے ڈرائیو کرتے ایک گہری نظر اس پہ ڈالی۔ ''وہ سیاستدان ہے اور وہ بھی شادی شدہ' دو بچوں کا باپ۔ تمہیں اس کی فکر نہیں کرنی چاہیے' تالیہ۔ سیاستدان بہت رلاتے ہیں اچھے دل کی لڑکیوں کو۔''

''تین۔ اس کے تین بچے تھے۔'' وہ باہر دیکھ رہی تھی۔ آنکھوں میں کرچیاں سی چبھنے لگی تھیں۔ (کیا واقعی مجھے اس سے محبت ہونے لگی ہے؟)

''خیر آج رات تم کیا کرو گی؟''

''میں!'' اس نے آنکھیں رگڑیں اور ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے مسکرائی جہاں بارش کے بعد اب سورج جھانکنے لگا تھا۔

''میں آج ڈنر ٹیبل پہ وان فاتح کو بتاؤں گی کہ میرا ٹیلنٹ کیا ہے۔'' ایک عزم ان چمک دار آنکھوں میں جھلملانے لگا تھا۔ آنسو خاموش ہو گئے تھے۔

☆......☆......☆

شہر کے دوسرے حصے میں وان فاتح کی کار ایک عمارت کے سامنے رکی تو اشعر جو اس گفتگو کے بعد سے اب تک خاموش ہی تھا' نکلنے سے پہلے اچٹتے انداز میں اسے دیکھ کے بولا۔ ''آپ اندر نہیں چلیں گے؟''

''ارادہ بدل دیا ہے۔ آفس جاؤں گا۔'' وہ سر جھکائے ابھی تک موبائل دیکھ رہا تھا۔

''شاید آپ اس گیدرنگ کو اس لیے avoid کر رہے ہیں کیونکہ یہاں سب آپ سے استعفٰے کی بابت سوال کریں گے۔ میرا خیال ہے آبنگ اب وہ وقت آ ہی گیا ہے جب آپ اپنے استعفٰے کا اعلان بہادری کے ساتھ کر ہی ڈالیں۔'' اس کے لہجے میں برہمی اور خفگی کا عنصر نمایاں تھا۔ فاتح نے نظر تک نہیں اٹھائی اور وہ کار سے نکل گیا۔

''عثمان۔'' اس نے بالآخر سر اٹھا کے ڈرائیو کرتے پولیٹیکل سیکرٹری کو دیکھا۔ ''دی سن کی ہدیٰ کے ساتھ شام کے انٹرویو کا وقت رکھو۔ وہ کافی دن سے کہہ رہی تھی۔''

''اوکے سر' مگر.... دی سن تو ہمارا مخالف اخبار ہے۔'' وہ تذبذب سے بولا۔ (ملائشیا میں آدھے اخبارات حکومت اور آدھے اپوزیشن کی سیاسی جماعتوں کے ہوتے تھے۔ ایک کا سچ جانبدار ہوتا تھا تو ایک کا جھوٹ۔)

''مجھے سیاست نہ سکھاؤ۔ جو کہا ہے وہ کرو۔'' وہ جذبات سے عاری لہجے میں بولا تو عثمان خاموش ہو گیا۔ ایڈم ہلکا سا کھنکھارا۔

''سر' میں آج کا دن آف لے سکتا ہوں دو تین گھنٹے کا؟ میرا ایک دوست.....''

''شیور۔ کار سے نکل جاؤ۔'' موبائل پہ لگے فاتح نے ہاتھ جھلا کے کہا گویا مزید اپنے مطالعے میں خلل برداشت نہ کر پا رہا ہو۔ ایڈم اگلے ہی پل باہر تھا۔

اندر اشعر عمارت کی لفٹ کی طرف بڑھتا فون کان سے لگائے مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''آپ کو برا تو نہیں لگا' کا کا؟ ایک ڈنر کا بوجھ ڈال دیا میں نے آپ پہ؟''

''برا کیوں لگے گا' ایش؟ میں ہر رات کسی ڈنر کی میزبان یا مہمان بننے کی عادی ہوں۔ اور اگر وہ دو پینٹنگز بھی خرید لے اور اپنے جیسے دو تین آرٹ کلیکٹرز کو لے آئے تو بہت فائدہ ہو سکتا ہے۔'' وہ حساب کتاب کر کے کہہ رہی تھی۔ ''اور میں جانتی ہوں کہ تم اس میں دلچسپی لے رہے ہو' اس لیے مجھے بھی اب اس میں دلچسپی محسوس ہونے لگی ہے۔''

''اچھا اتنا شور کیوں ہے آپ کے پیچھے؟'' وہ مسکراہٹ دبا کے بولا تھا۔

''چیریٹی ایونٹ پہ آئی ہوئی ہوں ایک یتیم خانے میں۔ شام کو وقت سے پہنچ جانا۔ اچھا۔ فاتح سے تو مجھے کوئی امید نہیں ہے مگر اسے بھی آنے پہ مجبور کرنا۔'' عصرہ نے فون رکھا اور مسکرا کے پیچھے کھڑے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئی جو اسی کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ ملے طرز کی لمبی قمیض اور اسکرٹ کے اوپر دوپٹہ سر پہ لیے ہوئے تھی۔ ایک اونچی عمارت کے دالان میں وہ کھڑی تھی۔ سامنے سیڑھیاں تھیں جہاں سے ان کو اوپر جانا تھا۔

''اس طرف۔'' ساتھ چلتے افراد آگے بڑھے تو وہ مسکرا کے ان کی بات سنتی ننگے پیر زینے چڑھنے لگی۔ دائیں بائیں منتظمین تھے۔ چند مرد اور خواتین جو اسے وقفے وقفے سے ایونٹ کے بارے میں آگاہ کر رہے تھے۔ فوٹوگرافرز بھی ساتھ ہی اوپر چڑھ رہے تھے۔

وہ اوپری زینے پہ آئی ہی تھی کہ جانے کس طرف سے ایک بچہ بھاگتا ہوا اس کی طرف آیا۔اس کی رنگت سیاہ اور آنکھیں نیلی تھیں۔عصرہ نے اسے نہیں دیکھا۔وہ مسکرا کے منتظم کی بات سن رہی تھی کہ اس بچے نے اس کا ہاتھ سختی سے پکڑا۔وہ چونکی' مگر پھر مسکرا کے ذرا سا جھکی تاکہ آہستہ سے اپنا ہاتھ نکال لے۔

''دھیان رکھنا۔خبردار رہنا۔'' وہ اس کے قریب ہو کے اس کی آنکھوں میں دیکھ کے غرایا تھا۔عصرہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔ دیگر افراد فوراً اس طرف بڑھے تاکہ اس کو عصرہ سے علیحدہ کر سکیں مگر وہ اس کا ہاتھ جکڑے' اس کی آنکھوں میں بنا پلک جھپکے آنکھیں ڈالے غراہٹ کے ساتھ کہتا گیا۔

''ایک چور ہے۔اور وہ پمبورو(شکار بازوں) میں سے ہے۔

اس کو اپنی زندگی میں مت داخل ہونے دینا۔

وہ آئے گی اور تمہارے شوہر کو تمہاری دنیا سے دور لے جائے گی۔

وہ.....'' مگر ایک شخص نے اسے زور سے کھینچ لیا تو اس کا ہاتھ عصرہ کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔وہ اسے جھڑکتے ہوئے اپنی گرفت میں لیے دور لے جا رہا تھا اور عصرہ یک ٹک ادھر دیکھ رہی تھی۔چند لمحوں کے لیے وہ شل ہو گئی تھی مگر پھر جبراً مسکرائی اور زینے چڑھنے لگی۔ رنگت ابھی تک قدرے اڑی ہوئی تھی۔منتظم گھبرا کے معذرت کرنے لگا۔

''یہ احمد ہے۔کچھ عرصے سے ذہنی توازن بگڑتا جا رہا ہے اس کا۔کہتا ہے اس کو مستقبل کے خواب آتے ہیں۔ بس میں معافی چاہتا ہوں۔''

''نہیں کوئی بات نہیں۔'' اس نے گردن موڑ کے اس طرف دیکھا جہاں وہ بچے کو لے کر گئے تھے۔''یہ پمبورو کیا ہوتے ہیں۔''

''پمبورو legend ہے ایک۔قدیم داستانوں میں اس کا ذکر آتا ہے۔ایک جادوگروں یا عاملوں کا گروہ سا تھا شاید جو اپنے آپ کو پمبورو(شکاری) کہتے تھے۔مگر آپ ان باتوں میں نہ پڑیں۔احمد کا ذہنی توازن درست نہیں ہے۔'' وہ اسے تسلی دینے لگا تو وہ گہری سانس لے کر زینے چڑھنے لگی۔اسے ان حقیقت سے ماورا باتوں پہ ویسے بھی یقین نہیں تھا۔

☆......☆......☆

کوالالمپور کا وہ ایک مصروف بازار تھا۔درمیان میں اینٹوں کی روش بنی تھی اور دونوں اطراف میں دکانوں کی قطاریں تھیں۔ان کے برآمدوں میں چھتری والے اسٹال لگے تھے جہاں لوگ رک رک کے خریداری کرتے دکھائی دیتے تھے۔ایسے میں ایک ریسٹورانٹ کے اندر درمیانی میز پہ ایڈم بیٹھا دکھائی دے رہا تھا۔سامنے ایک کریو کٹ والا نوجوان تھا جس سے وہ ممنونیت سے کہہ رہا تھا۔

''شکریہ تم نے میرے لئے وقت نکالا۔''

''کوئی بات نہیں۔ میں تو فوج سے چھٹی پہ آیا ہوا تھا۔ پچھلے ہی ہفتے رینک بڑھا ہے۔ تم سناؤ' تم کیا کرتے ہو۔'' اس کے انداز میں بے نیازی تھی۔ وہ شاہانہ انداز میں بائیں بازو کرسی کے پیچھے کیے بیٹھا تھا۔

''میں....'' وہ رکا۔ ''میں ایک آدمی کا باڈی مین ہوں۔ چند دن کے لئے۔''

''واٹ؟ باڈی مین؟ چچ چچ۔'' اسے افسوس ہوا۔ ''اگر تمہیں دمہ نہ ہوتا تو تم فوج میں ترقی کرتے بہت۔ میرے برابر پہنچ چکے ہوتے۔'' پھر نوجوان چپ ہو گیا تو وہ ہلکا سا مسکرایا۔

''نصر' میں تم سے کبھی جیلس نہیں ہوں گا' بے فکر رہو۔ اگر اللہ نے میرے دوست کو وہ کامیابیاں دے دی ہیں جو میں حاصل کرنا چاہتا تھا تو مجھے حسد نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ سب کا برابر کا ہوتا ہے۔ میرا بھی ہے۔ میں محنت کروں گا تو مجھے بھی کامیابیاں ملیں گی۔''

''ہاں یہ تو ہے۔'' نصر نے کان کھجاتے ہوئے سر کو خم دیا۔ پھر وہ دونوں ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے۔ کری پف آ گئے تو وہ ان سے انصاف کرنے لگے۔

''ایک بات بتاؤ..... مجھے ایک الجھن ہے۔'' بالآخر ایڈم مدعے پہ آیا۔ نوجوان پف کھاتے ہوئے غور سے اس کو دیکھنے لگا۔

''اگر کسی لڑ....'' وہ لڑکی کہتے کہتے آدمی بول گیا۔ ''کسی آدمی کو تم دو مختلف جگہوں پہ دو مختلف حلیوں میں دیکھو تو اس کا کیا مطلب ہو گا؟''

''یہ تو ان دو جگہوں پہ منحصر ہے ایڈم۔''

''کیا؟'' وہ سمجھ نہیں پایا۔

''اگر کوئی شخص دو مختلف حلیے بنا کے دو مختلف جگہوں پہ موجود ہے تو یہ دیکھنا ہو گا کہ ان دو جگہوں میں کیا مشترک ہے۔ وہ کس کے آگے پیچھے گھوم رہا ہے؟''

ایڈم شل رہ گیا۔ بالکل شل۔ وہ تو حلیوں میں ہی الجھا رہا۔ یہ خیال ہی نہیں آیا۔

''ایک.... ایک بہت ہائی پروفائل شخص کے گرد....'' ایڈم کی حیرت میں ڈوبی زبان لڑکھڑائی۔ ''دو دفعہ میں نے اسے دیکھا ہے۔ ایک دفعہ نوکر کے روپ میں' ایک دفعہ امیر انسان کے روپ میں۔''

''تو صاف ظاہر ہے' وہ اس ہائی پروفائل شخص کو ٹارگٹ کر رہا ہے۔''

''تمہارے خیال میں وہ ایسا کیوں کرے گا؟'' وہ الجھنوں میں گھِر گیا تھا۔

''کیونکہ یہ بہروپیے (con artist)' جاسوس یا کرایے کے قاتل ہوتے ہیں جو حلیے بدلتے ہیں اور کسی خاص جگہ یا شخص کو ٹارگٹ کرتے ہیں۔ ان کا مقصد کسی کو قتل کرنا یا کوئی اہم چیز چرانا ہوتا ہے۔''

''مگر میں نے اس سے پوچھا کہ وہ وہی ملازم ہے تو وہ بولا کہ نہیں' اور اس نے مجھے اتنا برا بھلا بھی کہا۔'' اس کو اپنا غم یاد آیا۔

''تو تمہارے خیال میں اس نے مان جانا تھا؟ بلکہ اسے تو ہنگامہ کر کے تمہیں نوکری سے نکلوانا چاہیے تھا تا کہ تم اس کے لیے رکاوٹ نہ بنو۔''

''یعنی وہ....وہ وہی ہے۔'' پہلی دفعہ اسے ہزار فیصد یقین آیا تو وہ دنگ رہ گیا۔

''اگر ہنگامہ کھڑا کیا ہے تو وہ بالکل وہی ہے' کیونکہ چور ہی سب سے زیادہ شور مچاتا ہے۔'' وہ سینڈوچ کے بائٹ لیتے عام سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

''مطلب میں ٹھیک تھا۔ یا اللہ۔ وہ کون ہے؟ چور' جاسوس' یا قاتل؟'' پھر چونک کے دوست کو دیکھا۔''اب میں کیا کروں؟''

''یہ اس گھر کا معاملہ ہے جہاں تم نوکری کرتے ہو؟'' ایڈم نے جھٹ سر ہلایا۔

''اور کسی نے تمہاری بات کا یقین نہیں کیا؟'' ایڈم نے نفی میں گردن دائیں بائیں ہلائی۔

''جہاں تم نے اس کو ملازم بنے دیکھا تھا' وہاں جاؤ اور ادھر کے مالکوں سے اس کے بارے میں معلومات لو۔ پھر اپنے مالک کے پاس ثبوت سمیت جاؤ۔ ایک منٹ کہاں جا رہے ہو' کھانا تو کھالو۔'' وہ اسے یوں اٹھتے دیکھ کے حیران ہوا مگر ایڈم نے جلدی سے آگے بڑھ کے اس کا کندھا تھپکا.....''تھینک یو' بولا.....جیب سے چند نوٹ نکال کے گلاس تلے رکھے اور باہر کو بھاگا۔

اس کی ساری دنیا میں بھونچال آ گیا تھا۔ (کرایے کی قاتل؟) جاسوس یا چور کی بجائے یہی خیال پریشان کرنے کے لئے کافی تھا۔

☆......☆......☆

ابھی دو پہر پوری طرح نہیں ڈھلی تھی مگر اس سڑک پہ بنی مہنگی اور برانڈڈ شاپس کی ساری بتیاں جل اٹھی تھیں۔ ایسے میں وہ اٹھی گردن کے ساتھ کہنی پہ پرس ٹانگے ایک بڑے اسٹور کے سامنے آ رکی۔ سبز فراک اور چھوٹا سفید منی کوٹ پہنے' وہ آنکھوں پہ بڑے بڑے سیاہ گلاسز لگائے ہوئے تھی۔ گردن مغرور امیرزادیوں کی طرح کڑا رکھی تھی۔ ایک ہاتھ میں ملک شیک تھا اور دوسرے میں موبائل جس پہ وہ پیغام دیکھ رہی تھی۔

''جو تم نے کہا تھا میں نے کر دیا' حالم!'' مولیا کا پیغام جگمگا رہا تھا۔

''گڈ۔ اب کوشش کرنا کہ مجھے تم بالکل یاد نہ آؤ۔'' جواب دے کر فون رکھا تو دوسرا موبائل بجنے لگا۔ اس نے کان سے لگایا۔''داتن' مولیا نے کام کر دیا ہے۔''

''گڈ۔ تم کہاں ہو؟''

''میں مسز عصرہ کے لئے کوئی قیمتی تحفہ لینے آئی ہوں' جو میری شان کے عین مطابق ہو۔''

''جیسے میں اس بات پہ یقین کر لوں گی؟'' اس نے منہ بنا کے کہا تو تالیہ نے شانے اچکائے اور فون پرس میں ڈال دیا۔ پھر اعتماد

سے اندر چلی آئی۔

جیولری ریک پہ آ کر اس نے سن گلاسز اوپر کر کے بالوں پہ ٹکائے اور گردن جھکا کے قیمتی زیورات دیکھنے لگی۔ آنکھیں سوچنے والے انداز میں چھوٹی کر لیں۔ ساتھ ہی مِلک شیک کے گھونٹ بھی بھرتی رہی۔ پھر دو عدد قیمتی مساک جیولرز کے دو ڈائمنڈ لاکٹ اٹھائے۔ بالکل ایک جیسے۔ ایک کو خالی ہاتھ میں پکڑا' دوسرے کو مِلک شیک گلاس والے ہاتھ میں اور کاؤنٹر کی طرف چلی آئی۔

کاؤنٹر پہ ایک چینی نوجوان کھڑا بلنگ کر رہا تھا۔ رش کافی تھا۔ تالیہ کے آگے قطار لگی تھی۔ وہ منتظر سی کھڑی رہی۔ رش بہت تھا۔ قطار سست تھی۔ جیسے ہی سامنے والی عورتیں ہٹیں' وہ آگے آئی اور لاکٹ سامنے دھرا۔ ملک شیک گلاس والا ہاتھ نیچے کر لیا۔ نوجوان نے بل بنا کے دیا تو اس نے پرس سے نوٹوں کی گڈی نکال کے رکھی۔ لڑکے نے پیسے رکھ لیے اور لاکٹ کا سیکیورٹی ٹیگ اتارا۔ (اگر یہ ٹیگ لگا رہے تو دوکان سے باہر لے جانے کی صورت الارم بج جاتا ہے۔) ابھی وہ لاکٹ ساتھ والے ملازم کو دینے ہی لگا تھا کہ اسے باکس میں ڈالے' کہ وہ بولی۔

''ایک منٹ۔ میں اس کو ٹرائی کر لوں۔'' لڑکے نے سمجھنے والے انداز میں لاکٹ اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے اپنا سیل' اور پرس کاؤنٹر پہ دھرا۔ بقایا رقم بھی نہیں اٹھائی۔ گویا لا پرواہ امیر لڑکی نے سب ان کے سامنے رکھ دیا۔ پھر مِلک شیک سے گھونٹ بھرا اور آئینے تک آئی جو قریب میں لگا تھا۔ اب اس نے دھیرے سے ٹیگ اترا لاکٹ ملک شیک گلاس میں گرا دیا اور خود ٹیگ والا دوسرا لاکٹ گردن میں پہن کے دیکھنے لگی۔ ہاتھوں کی یہ خفیف سی حرکت سی سی ٹی وی میں نظر نہیں آتی۔

آئینے میں اپنا عکس دیکھ کے اس نے منہ بنایا۔ ماتھے پہ سلوٹیں پڑیں۔ واپس آئی۔ دو تین گاہکوں کے بھگت جانے کا انتظار کیا اور پھر ادا سے لاکٹ کاؤنٹر پہ رکھا۔

''یہ اچھا نہیں لگ رہا۔ کیا میں اسے واپس کر سکتی ہوں۔'' بل اٹھا کے واپس بڑھایا۔ سیلز مین کے چہرے پہ افسوس ابھرا۔ مگر اس نے سر ہلاتے ہوئے بل تھام لیا۔ ''آپ کچھ اور دیکھ لیں۔''

''نہیں' اب میرا موڈ آف ہو گیا ہے۔'' وہ اداس نظر آتی تھی۔ لڑکے نے لاکٹ واپس لے لیا اور بل سے میچ کرنے لگا۔ پھر اس کی انگلیاں ٹیگ پہ ٹھہریں۔ تالیہ نے کھڑکی سے باہر دیکھا اور اونچا سا بولی۔ ''اُف باہر کتنی haze پھیلی ہے۔ اس نے تو کے ایل اور تائی یوا ین میں کوئی فرق ہی نہیں چھوڑا۔'' (ہیز وہ دھند ہوتی ہے جو انڈونیشیا کے جنگلات جلانے سے ملائیشیا تک پھیل جاتی ہے۔)

وہ چونک کے اسے دیکھنے لگا۔ ''آپ تائی یوا ین جا چکی ہیں؟'' (تائی یوا ین چائینہ کا انتہائی فضائی آلودگی کا شکار ایک شہر ہے۔)

''جا چکی کیا مطلب؟ میں بڑی ہی وہیں ہوئی ہوں۔'' وہ مسکرا کے چینی زبان میں بولی تو وہ خوشگوار حیرت سے مسکرایا۔ ''میرے والد کا آدھا خاندان وہیں سے ہے۔ ہم بھی وہیں رہتے تھے۔ یہ آپ کے پیسے۔'' اس نے لاکٹ واپس کروا دیا اور پیسے اس کے حوالے کر دیے۔

''خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔'' تالیہ نے شکریہ ادا کر کے مِلک شیک کا گلاس اٹھایا۔ سن گلاسز آنکھوں پہ گرائے اور اسی اعتماد سے

چلتی ہوئی باہر نکل گئی۔ آرام سے کار تک آئی' اندر بیٹھی' گلاس کا آخری گھونٹ بھرا اور ٹشو سے نیچے بیٹھا لاکٹ نکال کر صاف کیا اور مسکرائی۔

''ہے کوئی حالِم جیسا' ہاں؟''

☆......☆......☆

تنکو کامل محمد کے گھر پہ شام اترنے لگی تھی جب ایڈم نے بیرونی گیٹ کی گھنٹی بجائی۔ دل دھڑک رہا تھا' بار بار لبوں پہ زبان پھیرتا تھا مگر جنون اس سے بڑا تھا۔ کھوج لگانی ہی تھی۔

دروازہ کھلا تو ایک ملازم دکھائی دیا۔ ''مجھے مسز شیلا سے ملنا ہے۔ میں وان فاتح کا باڈی مین ہوں۔''

ملازم نے فوراً راستہ چھوڑ دیا اور اسے پورچ تک لے آیا' پھر وہیں رکنے کو کہا۔ ایڈم بے چینی سے آگے پیچھے ٹہلنے لگا۔ دروازہ کھلنے کی آہٹ ہوئی تو فوراً سیدھا ہوا۔ مسز شیلا باہر نکلیں تو اس نے فوراً جھک کے سلام کیا۔ انہوں نے مسکرا کے جواب دیا۔

''کیا آپ کو وان فاتح نے بھیجا ہے؟''

''نہیں میڈم۔ میں ذاتی کام کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔'' وہ ذرا جھجکا مگر انہوں نے مسکرا کے ''بتاؤ'' کہا تو اس کی ہمت بڑھی۔

''اس روز جب ہم آپ کے گھر آئے تھے تو آپ کی نوکرانی تھی ایک....تا....تالیہ مراد نام کی۔ مجھے اس سے ملنا ہے۔''

''ہماری تو اس نام کی کوئی ملازمہ نہیں ہے۔'' وہ سکون سے بولیں تو ایڈم کا دل دھک سے رہ گیا۔ منہ کھل گیا۔

''نہیں ہے؟ آر یو شیور؟'' اس نے جھٹ موبائل نکالا اور ایک تصویر سامنے کی۔ ''یہ....یہ آپ کی نوکرانی نہیں ہے؟''

مسز شیلا نے ایک اچٹتی نگاہ سنہرے بالوں والی لڑکی پہ ڈالی۔ ''میں تو اس لڑکی کو پہلی دفعہ دیکھ رہی ہوں۔ میں تو اسے نہیں جانتی۔'' پھر کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھی۔ ''کچھ اور یا نہیں؟'' انداز پرخلوص ہی تھا مگر اس میں عجلت تھی۔ ایڈم کا چہرہ بجھ گیا۔ اپنا آپ انتہائی بے وقوف نظر آنے لگا۔ آہستگی سے اس نے فون جیب میں ڈالا اور نفی میں سر ہلایا۔

''آپ نے اتنا وقت دیا' اس کا شکریہ۔ سوری کہ میں نے یہ وقت ضائع ہی کیا۔'' معذرت کر کے وہ لٹکے چہرے کے ساتھ مڑ گیا۔

مسز شیلا اسے جاتے دیکھتی رہیں' پھر واپس اندر آ گئیں۔ لاؤنج میں سامنے تنکو کامل کھڑے تھے۔ انہیں دیکھ کے تفکر سے ابرو اکٹھے کیے۔ ''تالیہ کا پوچھ رہا تھا؟''

''ہاں۔ میں نے وہی کیا جو آپ نے کہا تھا۔ مگر کامل....'' وہ الجھیں۔ ''ہم تالیہ کے اپنے ہاں کام کرنے کا ہر ریکارڈ کیوں مٹا رہے ہیں۔''

''کیونکہ وہ لڑکا زین العابدین مولیا میرے پاس آیا تھا۔ میرے حریف کی کمپنی سے ہے وہ۔ وہی جس کو تالیہ نے لیپ ٹاپ دیا تھا۔'' وہ تلخی سے کہتے ہوئے صوفے پہ جا بیٹھے۔ ''وہ مجھے دھمکا رہا تھا کہ وہ جانتا ہے میں نے ان کے پراڈکٹ کا فارمولہ چرا لیا ہے وہ بھی غیر

قانونی ملازمہ کے ہاتھوں۔ جانتی ہو غیر قانونی ملازمہ رکھنا کتنا جرم ہے؟ بہت کر لیں ہم نے بچتیں۔ وہ کیس کرنے کی دھمکی دے کر گیا ہے۔ فراڈ، اور چوری میں پکڑا جا سکتا ہوں میں۔ اس لئے ہم گھر سے تالیہ کا سارا ریکارڈ غائب کر دیں گے۔ یہ وان فاتح کا باڈی گارڈ کم اور پولیس کا بندہ زیادہ لگ رہا تھا۔ شاید یہ لوگ میری تفتیش کر رہے ہیں۔'' وہ تائی ڈھیلی کر رہے تھے گویا سانس لینا بھی دشوار ہو رہا ہو۔

مگر مسز شیلا کچھ اور سوچ رہی تھیں۔ ''تالیہ تصویر میں بڑی فرق لگ رہی تھی۔ بنی سنوری۔ مختلف سی۔''

''اتنے پیسے لے کر گئی ہے، خود کو سنوارنا آ ہی گیا ہوگا۔ بہر حال آئندہ میں تالیہ کا نام نہ سنوں۔'' وہ دوٹوک انداز میں کڑوے پن سے بولے تو مسز شیلا نے شانے اچکا دیے۔ (بس سارے مسئلے میرے ملازموں سے ہی ہوتے ہیں ان کو۔ ہونہہ۔) اور سر جھٹک کے آگے بڑھ گئیں۔

☆......☆......☆

حالم کے گھر پہ بھی دوپہر ڈھل چکی تھی اور شام کی آمد آمد لگتی تھی۔ داتن تہہ خانے کی سیڑھیاں اتر کے نیچے آئی، جہاں میز پہ چند مشینیں اور آلات رکھے تھے۔ تالیہ زمین پہ بیٹھی تھی اور گود میں ایک ڈبہ اٹھا رکھا تھا جس میں لاکٹ ڈال رہی تھی۔ ڈبہ اسی ڈیزائنر جیولر کا تھا۔ آگے پیچھے چار ایسے ہی ڈبے رکھے تھے گویا ان کو مشکل وقت کے لئے جمع کر رکھا ہو۔

''کیسے چرایا؟'' وہ کمر پہ ہاتھ رکھے اس کے سر پہ آ کھڑی ہوئی۔

''مِلک شیک اسکام۔'' ہنس کر بولی اور ڈھکن احتیاط سے بند کیا۔

''خریدنا تو تمہاری شان کے خلاف ہے۔''

''اب میں اپنی حرام کی کمائی ایک سیاستدان کی بیوی پہ کیوں خرچ کروں بھلا، ہاں!'' وہ بے نیازی سے بولی اور ڈبہ لئے اٹھی۔ داتن نے ایک نظر اطراف میں ڈالی۔ کمرے کے چاروں کونوں میں لکڑی کے بند ڈبے رکھے تھے۔ نوادرات اور پینٹنگز جو اتنے سال میں انہوں نے اکٹھے کیے تھے۔ یہ تالیہ کا حصہ تھا۔ داتن اپنا کہاں رکھتی تھی، اس نے کبھی نہیں بتایا۔ ایک سیف بھی بنا تھا جس کے لاک جدید طرز کے تھے اور اس میں تمام ہیرے جواہرات مقفل رکھے تھے۔ مگر جزیرے پہ محل خریدنے کے لئے یہ سب کم تھا۔

''میں اب ڈنر کے لیے تیار ہونے جا رہی ہوں۔'' وہ ڈبہ اٹھا کے اٹھ گئی تو داتن نے اس کے جانے کا انتظار کیا۔ پھر تیزی سے میز تک آئی۔ آنکھوں پہ چشمہ چڑھایا اور پرس سے ایک پرنٹ آؤٹ نکال کے سامنے کیا۔ تالیہ کی گردن کے پیچھے والا گول نشان۔ احتیاط سے سیڑھیوں کو دیکھا۔ تالیہ اب نہیں آئے گی۔ اس نے گہری سانس لی اور بیگ سے ایک چھوٹی مگر دبیز کتاب نکالی۔ اس کی جلد چمڑے کی تھی اور اس کے بھورے سرورق پہ زرد رنگ سے وہی نشان بنا تھا۔ نیچے قدیم جاوی رسم الخط میں لکھا تھا۔

''ہم شکار باز۔'' اس نے کتاب کے بوسیدہ صفحے کھولے۔ پہلے پہ لائبریری کی مہر تھی۔ داتن نے اگلا صفحہ پلٹا اور پڑھنا شروع کیا۔

☆......☆......☆

شیشوں سے ڈھکی تکون عمارت کے اندر شام کے اس پہر بھی مصروف ماحول بنا ہوا تھا۔ پارٹی کارکن کام کر رہے تھے' ٹائپنگ کی آوازیں' فون کی گھنٹیاں.... ایسا ہی رش وان فاتح کے آفس میں بھی لگا تھا۔ وہ کنٹرول چیئر پہ پیچھے ہو کر بیٹھا تھا اور مسکرا کے سامنے بیٹھی خاتون کے سوالوں کا جواب دے رہا تھا جو ہاتھ میں ننھا ریکارڈر مائیک پکڑے اس کی طرف بڑھائے ہوئے تھی۔ فوٹو گرافر تصاویر اتار رہا تھا۔ انٹرویو اپنے وسط میں پہنچ چکا تھا۔

''وان فاتح کیا یہ درست ہے کہ آپ استعفیٰ دے کر امریکہ منتقل ہو رہے ہیں؟'' وہ خشک سپاٹ انداز میں نظریں اس پہ جمائے پوچھ رہی تھی۔ وہ اسی سکون سے پیچھے کو ٹیک لگائے مسکراتے ہوئے اسے دیکھے گیا۔ گرے شرٹ پہنے' کف موڑے' بال دائیں طرف کو پیچھے کیے' اس کی چھوٹی چمکتی آنکھوں میں زمانے بھر کی سادگی تھی۔

''ہُدیٰ' میں نے ایسا کوئی بیان نہیں دیا جس کو وجہ بنا کے لوگ اس خبر کو چلائیں۔''

''مگر آپ اس کی تردید بھی نہیں کر رہے۔ ہر شخص جاننا چاہتا ہے کہ آپ کیا سوچ رہے ہیں۔''

''میں تو تعلیمی بل کا سوچ رہا ہوں۔''

''آپ کے خیال میں اشعر محمود چیئرمین بننے کے اہل ہیں؟''

''اشعر بہت قابل اور بہت ٹیلنٹڈ نوجوان ہے' میرا خیال ہے وہ زندگی میں بہت ترقی کرے گا' اور میں اس کو زندگی کے ہر نیک مقصد کے لئے گڈ لک کہتا ہوں۔ اشعر میری فیملی ہے۔ مجھے بہت عزیز ہے۔'' مگر اس کی آنکھوں میں مسکراہٹ کے ساتھ کچھ اور بھی تھا جو رپورٹر کو مزید سوالات پہ اکسا رہا تھا۔

''کیا آپ اپنی جگہ اشعر محمود کو چیئرمین کے طور پہ قبول کر لیں گے؟''

فاتح نے گردن موڑ کے سیکرٹری کو دیکھا اور مسکرا کے پوچھا۔''تم نے مہمانوں کو کافی پیش نہیں کی؟'' رپورٹر گہری سانس لے کر تھم گئی اور کیمرے گرانے کا اشارہ کر دیا۔ اپنا ریکارڈر بھی بند کر دیا۔ سیکرٹری سر ہلا کے فوراً باہر نکل گیا۔ کچھ لمحوں بعد ٹرے کے ساتھ آمد ہوئی جس پہ چند مگ رکھے تھے۔

''آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا' وان فاتح۔'' وہ شکوہ کرتے ہوئے ایک مگ اٹھا کے بولی اور گھونٹ بھرا۔

''جو بات ہوئی ہی نہیں ہے' میں اس کے بارے میں رائے کیسے دے سکتا ہوں' ہُدیٰ۔'' وہ اسی طرح ٹیک لگا کے مسکرا رہا تھا۔ سیکرٹری نے اس کا مگ اس کے سامنے رکھا مگر اس نے اسے نہیں چھوا۔ وہ رپورٹر پہ نظریں جمائے ہوئے تھا۔

''لیکن اب آپ کو اس بات کی وضاحت.....'' کہتے کہتے لڑکی نے مگ سے گھونٹ بھرنے کے لئے اسے چہرے کے قریب کیا تو چونکی۔ بالکل سُن۔شل۔ مگ کو اوپر لا کے دیکھا۔ سرخ رنگ کا مگ جس پہ چند سمبلز بنے تھے۔ اس نے فوراً دوسرے مگز دیکھے جو سادہ

سفید رنگ کے تھے۔اب کےاس نے عجیب سی نظریں وان فاتح کی جانب اٹھائیں۔

''یہ مگ.....''

''اشعر نے مجھے گفٹ کیا تھا۔چند برس پہلے۔میں آفس پہ اتنا خرچہ کرتا نہیں ہوں' اس لئے نئے مگ ٹوٹ جائیں تو یہ لوگ پرانے نکال لیتے ہیں۔'' مسکرا کے کہتے ہوئے اس نے اپنا مگ اٹھایا اور پینے لگا۔مگر لڑکی یک ٹک اس مگ کو دیکھے جا رہی تھی۔

''اور اشعر صاحب کو یہ مگ کسی نے سوونیئر کے طور پہ دیا ہوگا؟''

''ہاں۔شاید اس کے دوستوں نے۔مگر خیر یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے۔انسان کے ہر طرح کے دوست ہوتے ہیں۔''

مگر رپورٹر نے مگ اسی طرح بھرا ہوا واپس رکھ دیا۔اس کا دماغ چونکا ہوا لگتا تھا۔گردن موڑ کے اس نے فوٹوگرافر کو خفیف سا اشارہ کیا۔

(اس مگ کی تصویر لو۔) اور واپس وان فاتح کی طرف متوجہ ہوئی جو اب کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھ رہا تھا۔''ہم اس کو ریپ اَپ کر سکتے ہیں اب؟ مجھے ایک ڈنر پہ پہنچنا ہے۔''

''سر' بس دو سوالات مزید۔'' وہ بشاشت سے کہتی سلسلہ کلام وہیں سے جوڑنے لگی۔اس کو خبر مل گئی تھی۔

☆......☆......☆

وان فاتح کے گھر کا لان لائیٹس سے جگمگا رہا تھا۔اندھیرا چھانے لگا تھا اور ملازموں کی چہل پہل میں بھی اضافہ ہو چکا تھا۔عصرہ لابی میں کھڑی تالیہ سے مل رہی تھی۔یتیم خانے والے واقعے کا اس کے چہرے پہ شائبہ تک نہ تھا۔بھورے بال نفیس جوڑے میں باندھے' گہری نیلی اسکرٹ اور بلاؤز پہنے' گردن سے موتیوں کی لڑی چپکائے' وہ خوبصورت اور باوقار لگ رہی تھی۔

''مسز عصرہ....امید ہے آپ کے مصروف شیڈیول میں مخل نہیں ہوئی ہوں گی۔'' تالیہ نے اپنا سفید ہیٹ اتار کے اسٹینڈ پہ لگی کھونٹی پہ اٹکایا۔سنہری بالوں کی فرانسیسی چوٹی بنا کے اسے بائیں کندھے پہ ڈالے' وہ پیروں تک آتا گلابی لباس پہنے ہوئے تھی اور کندھوں پہ نارنجی رنگ کا منی کوٹ تھا۔ایسے لباس وہاں عموماً چینی عورتیں پہنتی تھیں۔

''مجھے مہمان اچھے لگتے ہیں تالیہ بے فکر رہو۔'' عصرہ کہنے کے ساتھ اسے آگے لے آئی۔بٹلر نے ادب سے دروازے کھولے اور وہ دونوں ڈرائینگ روم میں داخل ہوئیں۔تالیہ نے میز پہ لاکٹ باکس کا بیگ رکھا تو عصرہ نے بیٹھتے ہوئے افسوس سے اسے دیکھا۔

''اس کی کیا ضرورت تھی تالیہ۔''

''مجھے آپ کے شایانِ شان لگا تو میں نے لے لیا۔'' وہ مسکرا کے بولی تو عصرہ آگے کو بڑھی' باکس بیگ سے نکالا اور واپس ٹیک لگا کر اس کا ڈھکن ہٹایا۔لاکٹ دیکھ کے اس ابرو پسندیدگی سے اٹھے۔

''بے عیب!'' اور مسکرا کے باکس بند کر کے ایک طرف دھرا۔ جیسے وہ قیمتی تحفوں کی عادی ہو۔

ابھی دس منٹ ہی گزرے تھے کہ ملازم کھنکھار کے اندر داخل ہوا اور عصرہ کی طرف فون بڑھایا۔ ''آپ کے بینک سے ہے۔''

''اس وقت؟'' اس نے حیران ہو کر اسے کان سے لگایا۔ دوسری جانب داتن مہذب انداز میں پوچھ رہی تھی۔ ''مسز عصرہ آپ کے اکاؤنٹ سے ایک بھاری رقم آج نکالی گئی ہے' آپ مجھے اپنا اکاؤنٹ نمبر کنفرم کر سکتی ہیں؟''

''ایک منٹ۔ تالیہ' مجھے ایکسکیوز کرنا ذرا۔'' معذرت کرتی وہ فون کان پہ لگائے باہر نکل آئی۔

چند منٹ بعد عصرہ فون پہ خفگی سے بولتی واپس ڈرائنگ روم کی طرف جاتی دکھائی دی۔ ''آپ نے میرا اتنا وقت ضائع کروایا اور اب کہہ رہی ہیں کہ عصرہ محمد کا معاملہ تھا؟ میں عصرہ محمود ہوں' فار گاڈ سیک۔'' اور اندر داخل ہوئی۔ ''سوری تالیہ' میں....'' چوکھٹ پہ وہ ٹھٹھک کے رکی۔ چہرے پہ خوشگوار مسکراہٹ در آئی۔

اس کے دونوں بچے تالیہ کے برابر صوفے پہ بیٹھے تھے۔ ایک گیارہ سال کا لڑکا اور ایک آٹھ سال کی بے حد لمبے بالوں والی بچی۔

''ارے تم لوگ ادھر کب آئے؟''

''میں نے بلوایا تھا' مجھے ان سے ملنا تھا۔ اچھی کمپنی دیتے ہیں یہ۔'' مسکرا کے وہ کہہ رہی تھی۔ عصرہ فون پہ بینک آفیسر کو جھڑکتے ہوئے سلسلہ کلام منقطع کرنے لگی اور اسی اثناء میں تالیہ آہستہ سے اپنا ہاتھ بچی کے پیچھے لے گئی۔ بچی تالیہ اور اپنے بھائی سکندر کے درمیان بیٹھی تھی۔ تالیہ نے بچی کے پرلی طرف کمر پہ زور سے چٹکی کاٹی اور پھرتی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ کنکھیوں سے سی سی ٹی وی کیمرے کا رخ بھی دیکھ چکی تھی۔ وہ گھوم رہا تھا۔ اس طرف متوجہ نہیں تھا۔

جولیانہ چیخی اور فوراً بائیں طرف بیٹھے بھائی کی ران پہ تھپڑ دے مارا۔ اس نے جواباً طیش اور شاک سے جولیانہ کا کان مروڑا۔

''ماما اس نے مجھے مارا ہے۔''

''ماما اس نے مجھے پہلے مارا تھا۔'' وہ ایک دم رونے لگی تو عصرہ خفگی سے کھڑی ہوئی۔

''بیٹا آپ گیسٹ کے سامنے کیا کر رہے ہو؟ چلو اٹھو' میں آپ کو آپ کے کمرے میں لے جاؤں۔''

''اِٹس اوکے مسز عصرہ۔ بچے ہیں یہ اور ان کو یہ بچپن دوبارہ نہیں ملے گا۔'' اور پھر مسکرا کے اپنے پرس میں ہاتھ ڈال کے بند مٹھی میں کچھ نکالا اور گھوم کے جولیانہ کی طرف متوجہ ہوئی۔

''اوہو بے بی روکیوں رہی ہو۔ چلو میں تمہیں ایک میجک دکھاتی ہوں۔'' آواز کو پراسرار بنایا تو سکندر گردن نکال کے چونک کے دیکھنے لگا مگر جولیانہ ہنوز روئے جا رہی تھی۔ اسے کچھ نہیں سننا تھا۔

''یہ دیکھو۔ یہ چاکلیٹ میری مٹھی میں ہے نا۔'' اس نے چاکلیٹ دکھا کے مٹھی بند کی اور پھر کھولی۔ مٹھی خالی تھی۔ جولیانہ ہتھیلی سے

آنسو گرتی رک گئی۔ سکندر کا منہ کھل گیا۔

''چاکلیٹ کہاں گئی؟'' ننھی پیاری بچی حیرت سے تالیہ کو دیکھ کے بولی۔

''سکندر کی جیب میں۔'' سکندر چونکا' جلدی سے جیب میں ہاتھ ڈال کے باہر نکالا تو اس میں ایک چاکلیٹ تھی۔

''واؤ!'' وہ حیرت زدہ سا مسکرایا۔ تالیہ نے آنکھیں گھما کے عصرہ کو دیکھا تو وہ اسی طرح کھڑی محظوظ نظر آ رہی تھی۔ ''یہ تم نے کیسے کیا؟''

''میجک۔'' اس نے ہلکے سے آنکھ دبائی۔

''میرے ساتھ بھی کریں نا۔'' جولیانہ نے بے چینی سے جلدی جلدی آنکھیں رگڑیں۔ پھر حسرت سے سکندر کو دیکھا جو اپنی جادوئی چاکلیٹ کو تحیر اور خوشی سے کھول رہا تھا۔ تالیہ اس کی فرمائش پہ ذرا کنفیوژ نظر آئی' پھر پرس کھنگالا اور کچھ مٹھی میں نکالا۔

''جولی....ان کو تنگ نہ کرو۔'' عصرہ سامنے بیٹھتے ہوئے بولی مگر تالیہ نے روک دیا۔

''نہیں....ایک اور میجک ٹرک تو میں دکھا ہی سکتی ہوں۔ مجھے کوئی باریک چیز دیں۔'' ادھر ادھر متلاشی نظروں سے دیکھا' پھر عصرہ کے ہاتھ کو دیکھ کے ٹھہری۔ ''جولیانہ' ماما سے ان کا بریسلیٹ لے کر آؤ۔'' (دل زور سے دھڑکا بھی تھا۔)

جولیانہ جھٹ آگے آئی اور ہاتھ بڑھایا تو عصرہ نے مسکرا کے بنا کسی تامل کے بریسلیٹ اتار کے اس کو تھما دیا۔ وہ اسے واپس تالیہ کے پاس لے کر آئی اور تالیہ نے دھڑکتے دل کے ساتھ اسے پکڑا۔ وہ گرم نہیں ہوا۔ وہ جلا نہیں۔ وہ ٹھنڈا' شانت رہا۔ وہ عصرہ کی رضامندی سے اس کے ہاتھ میں آیا تھا۔

اس کے جادو کو انسانی ذہانت نے مات دے دی تھی۔

''یہ دیکھو۔'' اس نے رومال پہ بریسلیٹ رکھا' پھر رومال کو تہہ بہ تہہ بند کرتی گئی۔ عصرہ بھی آگے کو ہو کے دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔ جولیانہ اور سکندر اس کے گرد دم سادھے کھڑے تھے۔ آنکھیں رومال کی کھلتی تہوں پہ تھیں۔ یہ کھلی آخری تہہ' اور....اندر ایک ننھا پھول رکھا تھا۔ بریسلیٹ غائب تھا۔ بچوں کے منہ کھل گئے۔ عصرہ کے ابرو اکٹھے ہوئے۔

''جولیانہ....یہ پھول آپ اپنی پاکٹ میں ڈال لو۔'' جولیانہ نے خوشی خوشی اسے اٹھایا اور پاکٹ میں ڈال دیا۔

''اور ماما کا بریسلیٹ؟'' سکندر بے چین ہوا۔

''وہ تو تالیہ نے چرا لیا۔'' وہ مسکرا کے بولی تو عصرہ مسکرا دی۔ بچے حیران ہوئے تو وہ ہنس دی۔

''ذرا وہ پھول نکالو جولیانہ۔''

جولیانہ نے جیب میں ہاتھ ڈال کے باہر نکالا تو اس میں کوئی پھول نہ تھا۔ بلکہ اس میں چمکتا دمکتا بریسلیٹ تھا۔

''واؤ۔'' سکندر نے تالی بجائی اور جولیانہ مسکرانے لگی۔ اس نے بریسلیٹ خود پہن لیا اور عصرہ نے منع نہیں کیا۔ اسے اپنے بچوں

سے زیادہ کوئی عزیز نہ تھا۔

''اوکے بہت ہو گیا بچوں۔ اب آپ جاؤ۔ اور مجھے اپنی گیسٹ کے ساتھ باتیں کرنے دو۔'' عصرہ خود بھی کافی محظوظ ہوئی تھی' لیکن اب بہت ہو چکا تھا۔ بچے تالیہ کو خوش اخلاقی سے خدا حافظ کہہ کر آگے بڑھ گئے۔

''ٹرکس کا راز پوچھنا بد اخلاقی نہ ہوتا تو میں ضرور پوچھتی۔''

''مجھے آپ خوش اخلاق ہی پسند ہیں۔'' اس نے مسکرا کے کہتے ہوئے پرس کو بند کیا (اور آستین کے اندر چھپایا اصلی بریسلیٹ پرس میں گرا دیا۔) اس کی توقع کے عین مطابق بچی نے بریسلیٹ ماں کو فوراً واپس نہیں کیا تھا' اس لئے وہ کم از کم ابھی فرق نہیں پہچان سکے گی۔ گو کہ داتن کے نقال پہچاننا مشکل تھا مگر عصرہ ایک آرٹ کلیکٹر تھی۔ پھر بھی فی الحال کوئی خطرہ نہ تھا۔

☆......☆......☆

کھانے کی لمبی میز ڈائننگ ہال میں سجی دکھائی دیتی تھی اور اس پہ تالیہ سربراہی کرسی کی سیدھ میں بیٹھی نیپکین گود میں پھیلا رہی تھی۔ ملازم اشیاء لا لا کے رکھ رہے تھے۔ عصرہ گاڑیوں کی آواز سن کے باہر چلی گئی تھی۔

''اچھا لگا آپ کو دیکھ کے بچے تالیہ۔'' اشعر کی آواز پہ اس نے سر اٹھایا۔ وہ سامنے سے چلا آ رہا تھا۔ تالیہ کی بے چین نظروں نے اس کے تعاقب میں دیکھا۔ وان فاتح نہیں تھا۔ پھر وہ جبراً مسکرا کے اشعر کی طرف متوجہ ہوئی۔

''اتنی پر تکلف دعوت کا شکریہ' اشعر صاحب۔ امید کرتی ہوں آپ آگے بھی میرا ساتھ دیں گے۔''

''اور میں یہ جاننے میں انٹرسٹڈ ہوں کہ آپ کس کی سفارش لائی ہیں۔'' وہ کرسی پہ بیٹھتے ہوئے بولا اور نیپکین اٹھا لیا۔ گرے سلک ڈریس شرٹ پہنے' بغیر کوٹ یا ٹائی کے وہ بالوں کو سامنے سے اٹھائے' کافی تیار لگ رہا تھا۔ گاہے بگاہے ایک گہری نظر اس پہ ڈالتا گویا اسے پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ وہ بس ہلکا سا مسکرا دی اور سر جھکا کے نیپکین درست کرنے لگی۔

فاتح بھی ساتھ ہی گھر میں داخل ہوا تھا مگر عصرہ نے اس کو باہر روک لیا تھا۔

''میں اس کو لاکھوں کی مالیت کی دو پینٹنگز بیچنا چاہتی ہوں' فاتح پلیز' یہ بات یاد رکھنا۔'' وہ منت اور تنبیہہ دونوں کر رہی تھی۔

''اچھا وہی لڑکی۔ ٹھیک ہے۔ تم بتاؤ' میں کیا کروں۔'' وہ صلح جو انداز میں بولا۔

''بس اس کو خفا نہ کرنا۔ پلیز۔''

''اوکے۔ بے فکر رہو۔'' اس نے نرمی سے عصرہ کا سر تھپکا تو وہ نم آنکھوں سے مسکرا دی۔ ''آئی لو یو۔'' ذہن میں ایک لمحے کے لیے بچے کی نیلی آنکھیں تازہ ہوئی تھیں مگر جب فاتح نے مسکرا کے جواب میں ''لو یو ٹو'' کہا اور آگے بڑھ گیا تو اس نے ساری سوچیں جھٹک دیں۔

کمرے میں آ کے اس نے کوٹ اور ٹائی اتار کے پرے رکھی' پھر باتھ روم میں آیا۔ واش بیسن پہ جھک کے پانی کے چھینٹے منہ پہ

مارے اور گیلا چہرہ اٹھا کے آئینے میں خود کو دیکھا۔

''یعنی اب مجھے اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لئے ایک obnoxious اور شو آف قسم کی بورنگ لڑکی کو کمپنی دینی پڑے گی۔ چلو ۔عصرہ کے لئے یہ بھی کر کے دیکھ لیتے ہیں۔'' تولیہ کھینچتے ہوئے وہ گہری سانس لے کر بڑبڑایا تھا۔

''تو آپ ساری عمر باہر رہی ہیں؟ یہاں اور وہاں میں کیا فرق...'' اشعر گردن موڑ کے تالیہ کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کر رہا تھا کہ وان فاتح ڈائننگ ہال میں داخل ہوا۔ اس نے دیکھا کہ وہ جو اس کی بات سن رہی تھی' بے اختیار کھڑی ہو گئی۔

''ہاں تاشہ کیا حال ہے....بیٹھو بیٹھو....'' ہاتھ کے اشارہ سے اسے ریلیکس رہنے کا اشارہ کرتا وہ سربراہی کرسی تک آیا اور اسے کھینچ کے بیٹھا۔ کوٹ اتار چکا تھا۔ سفید شرٹ کے کف موڑ رکھے تھے۔ بال جو صبح گیلے کر کے جمائے تھے اب سوکھ کے ماتھے پہ بکھرے تھے' اور وہ اس عام سے حلیے میں بھی سحر انگیز لگ رہا تھا۔

ایڈم کسی کونے سے نمودار ہوا پیچھے آ کھڑا ہوا تھا۔ تالیہ کو وہ دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔ اور تالیہ بس فاتح پہ نظریں جمائے واپس بیٹھ رہی تھی۔ اشعر بالکل خاموش ہو گیا تھا۔ عصرہ میزبانی کے فرائض سرانجام دیتی ملازموں کو ہدایات دے رہی تھی۔

''تو کب آئی تم؟ میں زیادہ لیٹ تو نہیں ہو گیا؟'' دوستانہ انداز میں کہتے ہوئے فاتح نے نیپکین گلاس سے نکال کے جھٹک کے گود میں بچھایا اور ڈش سے چاول پلیٹ میں نکالنے لگا۔ جانتا تھا سب کھانا شروع کرنے کے لیے اس کے منتظر تھے۔

''آپ مجھے بار بار تاشہ بلاتے ہیں' میرا نام تالیہ ہے۔''

''اچھا مجھے لگا میں تالیہ ہی کہہ رہا ہوں۔ خیر۔ کھانا شروع کرو۔ اشعر....لو۔'' وہ سب کو عام سے انداز میں ہدایات دیتا خود شروع کر چکا تھا۔ تالیہ بھی آہستہ سے کھانا نکالنے لگی۔ ہاتھوں میں ذرا سی لرزش تھی۔ حلق بار بار سوکھ رہا تھا۔ یہ شخص....اُف یہ شخص....

''تو کیا بنا عصرہ تمہاری نیلامی کا؟ کل تک میں سن رہا تھا کہ تمہاری دوست ناراض ہو گئی ہیں۔ وہ معاملہ حل ہوا؟'' وہ بیک وقت عصرہ اور تالیہ دونوں کو دیکھ کے بولا تھا۔ ساتھ ہی چاولوں کا چمچ منہ میں رکھا۔

''ہاں' وہ غلط فہمی تھی' ایڈم نے کلیئر کر دی تھی۔'' عصرہ خوشگوار انداز میں بولی تھی۔ فاتح کا اچھا موڈ دیکھ کے وہ بہتر محسوس کر رہی تھی۔

''اسے بھول جایئے۔'' اس نے مسکرا کے ایک نظر کونے میں کھڑے ایڈم کو دیکھا جس نے نظریں مزید جھکا لیں۔ ''ہم تو اب نیلامی کا سوچ رہے ہیں۔ مسز عصرہ....'' وہ اپنائیت بھرے انداز میں کہتی عصرہ کی طرف متوجہ ہوئی۔ ''میں مدعے پہ آتی ہوں۔ مجھے ہر صورت گھائل غزال خریدنا ہے۔'' پھر ایک نظر اشعر کو دیکھا۔ اس نے مسکرا کے کندھے اچکائے۔ ''میں سفارش ہی کر سکتا ہوں' آگے کاکا کی مرضی۔''

''تالیہ....مجھے بہت خوشی ہو گی اگر آپ اس پینٹنگ کو خرید و گی مگر میں اس کو نیلامی واؤچر میں ڈال چکی ہوں۔ لوگ دور دور سے آئیں گے۔ اگر اب میں اس کو نکال دوں تو میری کریڈیبلٹی پہ برا اثر پڑے گا۔''

''میں سمجھ سکتی ہوں۔'' پھر وہ رکی۔ ذرا افسردہ نظر آتی تھی۔

''کیا میں کچھ اور کر سکتی ہوں تالیہ؟'' عصرہ نے دلجوئی والے انداز میں لقمہ لیتے ہوئے پوچھا تو وہ جھینپ کے مسکرا دی۔

''میں ایک دفعہ اس پینٹنگ کو چھونا چاہتی ہوں۔''

''اتنی سی بات؟ میں ابھی لاتی ہوں۔ وہ میرے پاس ہی ہے۔'' عصرہ نے پلیٹ پرے کھسکائی' ٹشو سے لب تھپتھائے اور کرسی دھکیلتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ اس پینٹنگ میں اتنا خاص کیا ہے۔'' فاتح پلیٹ پہ جھکے کندھے اچکا کے بولا تھا۔ وہ ہاتھ روک کے اسے دیکھنے لگی۔

''اس میں ایک بے بس خوبصورت ہرن اکیلا زخمی حالت میں پڑا ہے' اور وہ زندہ ہے.... وہ مرا نہیں ہے.... تنہائی' بے بسی' محرومی .... ان احساسات کا مکسچر ہے وہ پینٹنگ۔'' وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

''اچھا مجھے پتہ ہے کیا لگتا ہے؟'' اس نے لقمہ لیا' پھر خاموشی سے چبانے لگا۔ حلق سے تلے اتار لینے کے بعد آنکھیں اٹھا کے تالیہ کو دیکھا اور نرم مسکراہٹ کے ساتھ کہنے لگا۔ ''مجھے لگتا ہے کہ آرٹ اچھا شوق ہے' میں اس کی قدر کرتا ہوں' مگر جن آرٹسٹ کی زندگی میں ان کو کوئی پوچھتا نہیں تھا' ان کے مرنے کے بعد ان کی بنائی اچھی اور بے کار دونوں طرح کی اشیاء کو اتنے کریزی ہو کر خریدنا.... یہ مجھے نمود و نمائش لگتا ہے۔ جیسے لوگ دیکھا دیکھی میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کر رہے ہوں۔''

''میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتی فاتح صاحب۔ قدیم ادوار سست ادوار تھے۔ لوگ جلدی مشہور نہیں ہو پاتے تھے۔ لیکن ہزاروں مصور تب بھی موجود تھے' مشہور صرف بہترین ہوئے ہیں۔''

وہ دونوں میز کے دونوں سروں پہ آمنے سامنے بیٹھے تھے یوں کہ طویل میز درمیان میں حائل تھی۔ وسط میں اونچا سا کینڈل برا رکھا تھا جس پہ اوپر نیچے تین موم بتیاں جل رہی تھیں۔ وہ فاتح کا چہرہ ان کے شعلوں کے پار دیکھ رہی تھی۔

اشعر فاتح کے بائیں جانب بیٹھا ٹینس میچ میں گیند کا تعاقب کرنے والی نظروں سے خاموشی سے دائیں بائیں.... دائیں بائیں دیکھ رہا تھا۔

''مشہور؟'' وہ ہلکا سا مسکرایا اور باربی کیو کا ٹکڑا چھری کانٹے سے توڑتے ہوئے بولا۔ ''صدیوں پہلے ایک اطالوی مصور نے ایک پینٹنگ بنائی تھی جس نام مونالیزا تھا۔ چار سو سال تک وہ غیر مقبول رہی۔ مصور اسے سراہتے تھے' مگر عوام اس کو جانتے تک نہ تھے۔ وہ پیرس کے Louvre میوزیم میں ٹنگی ایک عام پینٹنگ تھی' مگر پھر اس کو کس نے مشہور کیا؟''

''چوروں نے۔'' وہ سکون سے بولی۔ ''انہوں نے مونالیزا چوری کر لی۔''

''رائٹ۔مونا لیزا جب غائب ہوئی تو وہ ایک خبر بن گئی۔ایک خواب بن گئی۔اخباروں کی زینت' گفتگوؤں کا محور۔سب اس میں دلچسپی لینے لگے۔میں مانتا ہوں وہ ایک بہترین پینٹنگ ہوگی گو کہ مجھے اس کی کبھی سمجھ نہیں آئی' لیکن ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی اور چوروں نے اسے مشہور کیا تھا۔مگر وہ اسے بیچ نہیں سکے اور دو سال بعد وہ برآمد کر لی گئی۔''

''انہوں نے اسے بیچنے کے لئے نہیں چرایا تھا وان فاتح۔انہوں نے اس کو پھر سے تخلیق کرنے کے لئے چرایا تھا۔'' وہ اب کہنیاں میز پہ ٹکائے دونوں ہاتھ ایک دوسرے پہ رکھ کے ان پہ تھوڑی جمائے کہہ رہی تھی۔کھانا اسے بھول چکا تھا۔وہ چاولوں کا چمچ بھرتا ذرا چونکا۔

''انہوں نے مونا لیزا کی چھ نقالیں تیار کیں اور بے وقوف امریکی بزنس مینوں کو بیچ دیں۔کئی ملین ڈالرز کے عوض۔''

''اور میں اس بات پہ حیران ہوں کہ انسان اتنی قیمتی چیزیں خریدتا ہی کیوں ہے جو کبھی بھی کوئی بھی چرا کے لے جائے۔'' وہ شانے جھٹک کے بولا۔

''لگتا ہے آپ کو چور بہت برے لگتے ہیں۔'' آواز میں اداسی سی تھی۔

''چوری کبیرہ گناہوں میں سے ہے' تاشہ۔''

''مگر آپ ہماری وزیرِاعظم صاحبہ کو ہر وقت چور کہتے رہتے ہیں' مگر وہ اپنے کاروبار کو تقویت دینے کے لئے ایسے لوگوں سے پیسے چراتی ہیں جو پیسے کو مس نہیں کرتے۔یہ تو بالکل ایسے ہے جیسے ہیروں کی دوکان سے کوئی ایک ہیرا چرا لے۔اتنے بڑے جوہری کو ایک ہیرے کے جانے سے کیا فرق پڑتا ہے وان فاتح؟'' وہ اس کی آنکھوں سے نظر ہٹائے بغیر کہہ رہی تھی۔فاتح نے چمچ پلیٹ میں گرا دیا اور سنجیدگی سے تالیہ کی طرف متوجہ ہوا۔

''جوہری کو فرق پڑے یا نہ پڑے' مگر وہ تمام نوکری پیشہ لوگ جو اس ہیروں کی دکان کی حفاظت پہ مامور ہیں' سیکیورٹی گارڈ' کیشیئر' سیلز مین....کیا ان کی نوکریاں نہیں چلی جائیں گی؟''

تالیہ کے حلق میں کچھ پھنسنے لگا۔وہ پلک تک نہ جھپک پائی۔

''ٹھیک ہے۔وزیرِاعظم چور ہے۔بہت بری ہے وہ۔'' حلق میں شاید وہ آنسو تھے۔''لیکن اگر وہ کہے کہ وہ اچھی ہونا چاہتی ہے.... چوری چھوڑ کے نیک ہونا چاہتی ہے....تو کیا اسے معاف نہیں کیا جا سکتا؟''

''میں کون ہوں معاف کرنے والا؟ اس نے میرا نہیں عوام کا پیسہ چرایا ہے۔اگر وہ سارا پیسہ واپس کر دے اور....''

''ہاں....اگر....اگر وہ سارا پیسہ واپس کر دے تو کیا وہ تب بھی بری ہوگی؟''

''تاشہ!'' وہ گہری سانس لے کر بولا۔''وہ صرف چور نہیں ہے' وہ جھوٹی اور خائن بھی ہے اور جھوٹے لوگوں کے لئے جھوٹ چھوڑنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ناممکن نہیں مگر بہت مشکل۔اور جانتی ہو ان کی سب سے بڑی سزا کیا ہوتی ہے؟ جب وہ اپنی زندگی کا سب سے

بڑا سچ بولنا چاہیں تو ساری دنیا ماننے سے انکار کر دے۔ میرے معاف کرنے کے باوجود اس کو اپنے اعمال کے نتائج بھگتنا ہوں گے۔"

تالیہ کی آنکھیں خشک تھیں مگر دل پہ کسی نے پیر رکھ دیا تھا۔ "آپ کو چور اتنے برے کیوں لگتے ہیں؟"

"کیونکہ وہ صرف آپ سے آپ کے پیسے نہیں چراتے۔ وہ ان پیسوں سے جڑے آپ کے خواب چرا لیتے ہیں۔"

"اور خواب چرانے والوں کی کیا سزا ہونی چاہیے؟" وہ بنا پلک جھپکے اس کو دیکھ کے کہہ رہی تھی۔

"ان کا..." (فاتح نے کنکھیوں سے اشعر کو دیکھا) "دایاں ہاتھ کاٹ دینا چاہیے۔"

الفاظ کی ٹھنڈک پہ اشعر نے ذرا چونک کے اسے دیکھا مگر اب وہ کھانے کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ اسی اثناء میں کھٹکا ہوا تو تالیہ جبراً چہرے پہ مسکراہٹ لے آئی۔ عصرہ سامنے سے چلتی آ رہی تھی۔ ساتھ بٹلر تھا جس نے لکڑی کا ڈبہ اٹھا رکھا تھا۔ ملازم نے فوراً تالیہ کے سامنے جگہ خالی کی اور بٹلر نے ڈبہ ادھر رکھا۔

"مجھے امید ہے تم بور نہیں ہوئی ہو گی تالیہ۔" وہ اپنی کرسی پہ واپس بیٹھتے ہوئے بولی تو تالیہ نے "ہرگز نہیں۔ فاتح صاحب سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔" کہتے ہوئے پینٹنگ کا ڈھکن ہٹایا۔ اندر شیشے پہ پینٹ کردہ زخمی ہرن اسی طرح تڑپتا دکھائی دے رہا تھا۔ یہ وہی تھا جو اس نے پینٹ کیا تھا۔ وہ ایک ایک رنگ کو پہچانتی تھی۔

"بے عیب!" پینٹنگ کی سطح پہ ہاتھ پھیر کے وہ ستائش سے بولی تھی۔ عصرہ مسکرا کے کھانا کھانے لگی۔ تالیہ نے ایک نظر چھری کو دیکھا جو ساتھ رکھی تھی اور پھر پینٹنگ کو۔ وہ ابھی چھری سے پینٹنگ کے فریم کو کاٹ کے اندر چھپا ہوا میٹریل ان کو دکھا سکتی تھی جو ظاہر کر دیتا کہ وہ نقلی تھی۔ مگر اس سے پہلے اسے ایک اور کام کرنا تھا۔ فاتح کی ساری باتوں کو بھلا کے اس نے مسکراتا چہرہ اٹھایا۔ "اگر میں کوئی بڑی سفارش لاؤں، تب بھی آپ اس کو مجھے نہیں دیں گی؟"

"مثلاً کس کی سفارش؟" اشعر دیر بعد بولا تو تالیہ نے مسکرا کے فون اٹھایا اور کال ملا کے اسے چہرے کے سامنے کر لیا۔ اسپیکر آن تھا اور وہ تینوں رنگ ٹون سن سکتے تھے۔ وہ فیس ٹائم پہ کال ملا رہی تھی۔ فاتح اب سکون سے کھانا ختم کر رہا تھا۔

چند لمحے بعد اسکرین پہ ایک گندمی رنگت کے آدمی کا چہرہ نمودار ہوا۔ "مجھے تمہارا پیغام مل گیا تھا تالیہ۔ تم ضروری بات کرنا چاہتی تھیں؟" سلام کے بعد وہ بولا تھا۔ تالیہ نے مسکرا کے اسکرین عصرہ کے سامنے کی۔ "یہ شیخ جاسم ہیں، میرے اچھے جاننے والے۔ وہ گھائل غزال انہی کی ملکیت تھی۔ انہوں نے ہی دی ہو گی نا آپ کو؟" سادگی سے پوچھا۔ عصرہ کھاتے کھاتے رکی۔ بھنویں سکڑیں۔ چہرہ سامنے کیا۔ پھر آنکھوں میں تعجب اور بے یقینی در آئی۔

"السلام علیکم۔ آئی ایم سوری مگر.... میں ان سے تو نہیں ملی۔ وہ تو کوئی اور تھے۔" وہ ایک دم الرٹ نظر آتی تھی۔ فاتح چونکا مگر اشعر اسی طرح بیٹھا رہا۔ پرسکون۔

''جی مسز عصرہ آپ مجھ سے نہیں ملیں۔ آپ میرے کزن جاسم الثانی سے ملی تھیں اور وہ پینٹنگ اس نے آپ کو ہمارے پورے خاندان کی طرف سے عطیے میں دی تھی۔'' تالیہ جو مسکرا کے ساری کارروائی دیکھ رہی تھی' ان الفاظ پہ اس کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔ فوراً سے اسکرین اپنی طرف موڑی۔

''اوہ....وہ آپ کے کزن تھے؟'' دماغ بھک سے اڑ گیا تھا۔ الفاظ ختم ہو گئے تھے۔ (یہ سب ملے ہوئے تھے؟)

''جی بالکل۔ اب آپ کو مجھ سے کیا فیور چاہیے تالیہ۔''

وہ اس لمحے کے لئے تیار نہیں تھی۔ اس کا خیال تھا وہ شیخ کو اس کے ملازم کے اسکام سے آگاہ کرنے جا رہی ہے مگر یہاں تو.....

''چونکہ آپ کے ہاتھ سے مسز عصرہ نے پینٹنگ وصول نہیں کی اس لئے میں کچھ کہنے کے قابل نہیں ہوں فی الوقت۔'' الوداعی کلمات کہہ کر اس نے فون بند کیا' ذہن تیزی سے چل رہا تھا۔ بدقت مسکرا کے عصرہ کو دیکھا۔ ''میں آپ کی خواہش کا احترام کرتی ہوں۔ میں کوئی سفارش کیے بغیر نیلامی میں دوسرے لوگوں کی طرح ہی حصہ لوں گی اور چاہے جتنی قیمت ادا کرنی پڑے میں کروں گی۔''

''تالیہ....'' عصرہ کچھ غیر آرام دہ لگ رہی تھی۔ جیسے سوچ میں الجھی ہو۔ ''تمہیں کوئی شک ہے پینٹنگ کے بارے میں کیا؟ مطلب تم آرٹ کی پہچان رکھتی ہو' اگر کچھ کھٹک رہا ہے تو پینٹنگ تمہارے سامنے رکھی ہے۔ بتاؤ۔''

''جی تالیہ....بتایئے۔'' اشعر بھی اتنی توجہ سے بولا تھا۔ اس نے باری باری دونوں کے چہروں کو دیکھا اور پھر....فاتح کو۔ وہ پھلوں کے رس کے گھونٹ بھرتا خاموش آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ تالیہ پینٹنگ پہ جھکی' اس کو باہر نکالا' اور ذرا اوپر اٹھایا۔ عصرہ ہاتھ روک چکی تھی۔ سانس بھی تھم چکا تھا۔

وہ چند لمحے پینٹنگ اور اپنے ساتھ رکھی چھری کو دیکھتی رہی۔ دیکھتی رہی۔ دیکھتی رہی۔ پھر اس نے پینٹنگ واپس رکھی اور گہری سانس لے کر ان تینوں کو دیکھا۔

''یہ اصلی ہے۔ سو فیصد اصلی۔''

عصرہ کی سانس بحال ہوئی اور اشعر کی مسکراہٹ گہری ہوگئی۔ (اس کو آرٹ کی پہچان نہیں ہے' شاید صرف فیشن کی ہے۔ مگر اچھا ہے۔)

فاتح نیپکین سے ہونٹ تھپتھپاتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ''مجھے اجازت!'' پھر رک کے تالیہ کو دیکھا۔ ''اچھا لگا تم سے مل کر۔ نیلامی میں ملاقات ہوگی اب۔'' رسماً کہہ کر وہ باہر کی جانب بڑھ گیا۔ اس سے زیادہ پرفارمنس وہ نہیں دکھا سکتا تھا اور عصرہ مطمئن تھی۔

''مگر آپ مجھے ایک اور فیور تو دیں گی نا مسز عصرہ۔'' وہ سوچ سوچ کے بولی تھی۔

☆......☆......☆

تالیہ مراد کے جانے کے بعد اشعر عصرہ سے مل کر دروازے تک آیا تھا کہ اس کا موبائل بجنے لگا۔ شیخ جاسم کا میسیج آیا تھا۔ اس نے مسکرا

کے جواب لکھا۔"میں جانتا تھا ہماری ڈونر آپ کی ہی سفارش لائے گی۔ مدد کا شکریہ۔ میری حکومت میں آپ کو اس مدد کا اچھا بدلہ ملے گا۔"

وہ اچھے موڈ میں لگ رہا تھا۔ پیغام بھیجا ہی تھا کہ ایک کال آنے لگی۔ موبائل کان سے لگا کے ہیلو کہا مگر دوسری جانب سے کہے گئے الفاظ سن کے رنگت بدلتی گئی۔

"کون سا مگ؟" چہرہ سفید پڑا پھر سرخ۔"وہاٹ؟" وہ دھاڑا۔ پھر فون بند کیا اور تیزی سے واپس آیا۔ عصرہ کمرے میں جا چکی تھی اور ایڈم گھر جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے ایڈم کو بازو سے تھام کے روکا۔

"آبنگ کہاں ہے؟" اشعر کے تیور دیکھ کے وہ ٹھٹھک گیا۔"وہ اسٹڈی میں...." اشعر نے اسے چھوڑا اور آگے دوڑا۔ دیوانہ وار زینے پھلانگے اور دھاڑ سے اسٹڈی کا دروازہ کھولا۔

وہ سامنے اپنی کرسی پہ بیٹھا' لیپ ٹاپ پہ کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔ ایک نظر اٹھا کے اسے دیکھا۔"اخبار میں موجود تمہارے ذرائع نے خبر دے دی تمہیں؟" ٹھنڈے انداز میں سوال کیا۔ وہ آندھی طوفان کی طرح اس کے سر پہ آ پہنچا۔

"آپ نے.... آپ نے ان کو میرا مگ دکھایا؟" میز پہ دونوں ہاتھ رکھ کے وہ جھکا اور غصے سے غرایا۔ فاتح نے عینک اتار کے پرے رکھی اور ٹیک لگا کے اسے فرصت سے دیکھا۔

"میں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا' کوئی الزام نہیں لگایا۔ تم اس اینٹی چائنیز تنظیم کے ساتھ منسلک تھے' ایش!"

"وہ برسوں پرانی بات ہے۔" اس نے زور سے میز پہ ہاتھ مارا۔"وہ بچپن کا ایک کریز تھا۔ کسی کو بھی نہیں معلوم تھا۔ مگر آپ نے اسے کھول دیا۔ واؤ۔ مجھے یقین نہیں آ رہا۔ کل پورا ملک مجھے racist کہہ رہا ہوگا۔ سارے چینی اکٹھے ہو جائیں گے کہ میں چینی قام سے نفرت کرتا ہوں۔ یا اللہ۔ یا اللہ۔" وہ سیدھا ہوا اور پیشانی کو دونوں ہاتھوں سے تھاما۔

فاتح گال تلے تین انگلیاں رکھے اسے دیکھے گیا۔"ایک لڑکا تھا.... بہت ذہین' بہت...." اشعر تیورا کے گھوما اور غصے سے اس کو دیکھا۔

"مجھے اس وقت آپ کی کوئی کہانی نہیں سننی۔"

"....بہت عقلمند' بہت پھرتیلا سا۔ اپنے ماں باپ کے بعد وہ سب سے زیادہ اپنی بہن سے قریب تھا۔ اکثر چھٹیاں گزارنے امریکہ آتا تھا۔"

اشعر تھم گیا۔ آنکھیں ابھی تک غصے سے لبریز تھیں مگر اب وہ سن رہا تھا۔

فاتح کے پیچھے کھڑکی کے شیشے پہ ٹپ ٹپ بارش برسنے لگی تھی۔

"جب میں رات دیر تک کام کرتا رہتا.... تو وہ میرے پاس آ کر بیٹھ جاتا تھا۔ مجھ سے پوچھتا تھا' آبنگ آپ اتنی محنت کس چیز کے لئے کر رہے ہیں؟ میں اس کو بتاتا کہ میں اسٹیٹ اٹارنی (شہر کے پراسیکیوٹر) کا الیکشن لڑ رہا ہوں۔ وہ پوچھتا' آبنگ لوگ الیکشن کیوں

لڑتے ہیں؟ تو میں کہتا، مختلف وجوہات ہوتی ہیں مگر ایک وجہ سب میں مشترک ہوتی ہے۔" اس کی نظریں اشعر پہ جمی تھیں، جو اسے لب بھینچے دیکھ رہا تھا۔

"اور وہ ہے.... طاقت حاصل کرنے کا جنون۔ خودمختاری اور طاقت.... یہ سب کو اچھی لگتی ہے۔ تب وہ نوجوان لڑکا مجھ سے کہتا تھا 'آپ میں اور آپ کے مقابل میں پھر کس شے کا فرق ہے اگر آپ دونوں کو طاقت ہی چاہیے ہے۔"

قطرے زورزور سے کھڑکی پہ برس رہے تھے گویا شیشے کو چکنا چور کر ڈالنا چاہتے ہوں۔ اشعر کا تنفس آہستہ ہو چکا تھا۔ رنگت بحال ہو رہی تھی۔ وہ بس خاموش نظروں میں چبھن لئے فاتح کو دیکھے جا رہا تھا۔

"تب میں نے اس کو بتایا کہ جو میرا مخالف ہے وہ ایک دفعہ اسٹیٹ اٹارنی رہ چکا ہے اور اس نے بڑے بڑے مجرموں کے کیس رشوت لے کر بند کیے ہیں۔ اس کو طاقت اپنی دولت بڑھانے کے لئے چاہیے۔ مجھے طاقت زمین پہ اللہ کا انصاف قائم کرنے کے لئے چاہیے۔ پھر اس نے پوچھا۔ انسان کو معلوم کیسے ہوتا ہے کہ اس کو طاقت کیوں چاہیے؟ میں نے کہا' اس کے طریقے سے۔ تب جانتے ہو اشعر اس لڑکے نے مجھے کیا کہا تھا؟" اس کی آواز میں دکھ در آیا اور اشعر.... اس کی فاتح پہ جمی آنکھوں میں گلابی نمی اترنے لگی۔ پلکیں بھیگنے لگیں۔

"اس لڑکے نے کہا۔ آبنگ اگر میں کبھی طاقت کی ہوس میں مبتلا ہو جاؤں تو مجھے روک لینا۔"

باہر بجلی زور کی کڑکی۔ پل بھر میں سارا شہر روشن ہو گیا' اشعر کی آنکھ کے کنارے پہ ایک آنسو اٹکا ہوا تھا۔ اگلے ہی پل پھر سے اندھیرا چھا گیا۔ آنسو اس نے اندر اتار لیا۔

"آپ کو لگتا ہے مجھ میں اور آپ میں فرق ہیں؟" وہ سابقہ غراہٹ سے بولا تھا۔ "آپ وائٹ نائٹ ہیں اور میں سیاہ بھیڑ؟ مگر نہیں۔ ہم دونوں ایک جیسے ہیں کیونکہ ہم دونوں کو ایک ہی چیز چاہیے۔ آپ نے وزیرِ اعظم بن کے وہی کرنا ہے جو موجودہ وزیرِ اعظم کر رہی ہے۔ کرسی لینے کے بعد سب ایک سے ہو جاتے ہیں' آبنگ۔" پھر اس نے افسوس سے دائیں بائیں گردن ہلائی۔ "مگر مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آپ یوں مجھے تباہ کرنے کی کوشش کریں گے!"

"او لیکن میں تمہیں تباہ نہیں کر رہا۔" اس نے ہلکے سے شانے اچکائے۔ "میں یہ بات لائیو ٹی وی پہ بھی کہہ سکتا تھا مگر میں نے اس اخبار کا انتخاب کیا جہاں تمہیں وقت سے پہلے خبر مل جائے گی مگر اس رپورٹر کو چنا جو خبر لگائے گی ضرور۔ میں نے ایش تمہیں ایک موقع دیا ہے۔" وہ ٹیک لگائے' نرمی سے کہہ رہا تھا۔ 'کل جب تم ایک اسکینڈل کی زد میں ہو گے اور تمہیں racist کا خطاب مل جائے گا اور تم چائنیز اکثریت ووٹر کھو دو گے' تو میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم اس کو فکس کیسے کرو گے۔ ایک بزنس مین کی طرح' یا ایک لیڈر کی طرح؟ اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے حق میں دستبردار ہو جاؤں تو پہلے مجھ پہ ثابت کرو کہ تم.... مجھ سے.... بہتر ہو۔ تب میں اس بارے میں سوچ سکتا ہوں ورنہ...." وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور سامنے کھڑے اشعر کے برابر آ کر اس کا چہرہ افسوس سے دیکھا۔ "ورنہ پھر ہم دونوں کرسی کے

لئے لڑیں گے۔ میں تمہیں نہیں روکوں گا۔ لڑنا تمہارا حق ہے' مگر میں یہ ضرور دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم کیسے لڑو گے۔ میں نے اس لڑائی میں آریانہ کو کھویا ہے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم کچھ کھونے کی اہلیت رکھتے ہو یا نہیں۔"

مگر وہ جواباً نفرت سے پھنکارا تھا۔ "مجھے معلوم تھا' ہم ایک دن اس مقام پہ ضرور آئیں گے۔ آپ کو معلوم نہیں تھا۔ میں تیار ہوں' آپ نہیں۔" ہاتھ اٹھا کے اشارے سے سلام کیا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا اسٹڈی سے باہر نکل گیا۔ فاتح ہلکا سا مسکرایا اور واپس کرسی پہ بیٹھا۔

(تیار تو دور کی بات ایش.... میرے پاس کوئی کارڈ بچا ہی نہیں ہے کھیلنے کے لئے۔ میں نے ساری عمر تم پہ اعتبار کیا اور تم نے ہر طرف سے مجھے مفلوج کر دیا۔) کھڑکی کے باہر بارش کو دیکھتا وہ زخمی سا مسکرا رہا تھا۔ خود پہ۔ زندگی پہ۔ ہر شے پہ۔

☆......☆......☆

وہ لاؤنج میں داخل ہوئی اور پرس اٹھا کے زور سے فرش پہ پھینکا' پھر غصے و بے بسی کے عالم میں صوفے سے کشن اٹھا کے دیوار پہ مارا۔ آوازیں سن کے داتن نیچے تہہ خانے سے اوپر آئی تو دیکھا' وہ سر دونوں ہاتھوں میں گرائے صوفے پہ بیٹھی تھی۔

"بریسلیٹ نہیں ملا؟" تالیہ نے چہرہ اٹھایا تو آنکھیں گلابی پڑ رہی تھیں۔

"مل گیا ہے۔"

"یعنی کرائے بے بی اسکام کام کر گیا۔ گڈ۔ پھر منہ کیوں لٹکا ہوا ہے؟" وہ دونوں ہاتھ کمر پہ رکھے حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"پینٹنگ کی اصلیت نہیں کھول سکی۔ وہ شیخ ملا ہوا تھا۔ اس نے نوفل کی اسٹوری کو پکا کر دیا۔"

داتن کا منہ کھل گیا۔ "اوہ۔ مگر تم یہ تو بتا سکتی تھیں کہ پینٹنگ نقلی ہے۔"

"کیسے بتاتی؟" وہ زہرخند ہوئی۔ "میں سچ بولتی کب ہوں جو اتنا بڑا سچ بولتی؟ بڑی ہمت چاہیے ہوتی ہے سچ کے لئے داتن۔ اور میرے پاس وہ نہیں تھی۔" آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ داتن نے افسوس سے گہری سانس لی۔ "میری بچی۔ خود کو معاف کرنا سیکھو۔"

وہ جواباً تلخی سے کچھ کہنے لگی تھی کہ دروازے پہ گھنٹی بجی۔ داتن اٹھنے لگی مگر وہ آنکھیں رگڑتی کھڑی ہو گئی۔ "تم بیٹھو۔ ملازمہ تھوڑی ہو تم جو بٹلر نہیں ہو گا تو تم یہ کام کرو گی۔ میں خود دیکھتی ہوں۔ اور شاید تھوڑی دیر واک پہ چلی جاؤں۔ مجھے تازہ ہوا کی ضرورت ہے۔" خود کو سنبھالتی وہ دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

پورچ اندھیر پڑا تھا۔ صرف ایک بتی روشن تھی۔ وہ قدم قدم اٹھاتی گیٹ تک آئی مگر پھر..... ٹھہر گئی۔ رفتار سست پڑ گئی۔ گیٹ اور چار دیواری چھوٹی اور برائے نام تھی۔ سامنے کھڑے شخص کے سینے تک اونچی تھی۔ اور وہ شخص.... تالیہ کی سانس منجمد ہو گئی۔

وہ درمیانی عمر کا مرد تھا۔ سانولا' چمکتی آنکھوں والا۔ جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا ڈھٹائی سے مسکرا رہا تھا۔

"میں نے سنا جب کہ اشعر محمود کسی تالیہ مراد کی تفتیش کروا رہا ہے تو میں کھٹک گیا تھا۔ سوچا ہو نہ ہو یہ وہی تالیہ ہے۔ میری سابقہ بیوی۔"

وہ دم سادھے اسے دیکھ رہی تھی۔ ''سمیع!'' لب پھڑ پھڑائے۔

''اور یہ بھی سنا ہے کہ وہ تم میں دلچسپی لے رہا ہے۔یعنی شادی وغیرہ کرنا چاہتا ہے۔تو میں نے تمہارا پتہ اچکا اور یہاں آ گیا۔اور اب سوچ رہا ہوں کہ پہلے کیوں نہیں آیا۔'' ستائش سے اس نے گردن اٹھا کے اونچے بنگلے کو دیکھا جو بت بنی تالیہ کی پشت پہ کھڑا تھا۔

''بڑا مال بنالیا ہے تم نے۔یقیناً امیر دوست بنائے ہوں گے'ان کو محبت کے جال میں پھنسایا ہوگا اور پھر لوٹ کے چھوڑ دیا ہوگا۔ تم جیسی خوبصورت مگر اکیلی لڑکیاں اس کے علاوہ کچھ کر بھی نہیں سکتیں۔لیکن کیا ہے تالیہ کہ....'' وہ گیٹ کے جنگلے پہ ہاتھ رکھے آگے بڑھا۔ وہ اس سے دو میٹر کے فاصلے پہ تھی' پھر بھی یک لخت پیچھے ہٹی۔آنکھوں میں خوف تھا۔

''اس دفعہ بندہ غلط چنا ہے تم نے۔سیاستدان؟ چچ چچ۔جانتی ہو سیاستدانوں کو فرشتہ صفت بیویاں چاہیے ہوتی ہیں۔کیا اسے معلوم ہے تم پہلے بھی ایک شادی کر چکی ہو اور منی لانڈرنگ میں انوالوڈ رہی ہو۔یقیناً نہیں۔یو نو واٹ....میرے پاس نکاح کی ویڈیو تک پڑی ہے مگر طلاق کہیں رجسٹر نہیں ہوئی تھی۔اگر چاہوں تو میں تمہیں ابھی بھی اپنی بیوی کلیم کر سکتا ہوں' اور ایک دفعہ یہ ذکر کھلا تو وہ سیاستدان تمہیں باہر اٹھا کے پھینک دے گا۔لیکن....'' وہ رکا۔دو انگلیوں سے تھوڑی کھجاتے ہوئے مسکرایا۔وہ برف کا مجسمہ بنے سن رہی تھی۔''لیکن اگر....تم میرا کوئی ماہانہ وظیفہ مقرر کر دو یہی کوئی دو تین لاکھ ہر ماہ کے....تو میں تمہیں تنگ نہیں کروں گا۔ابھی تم ذرا شاکڈ ہو گئی ہو' خیر سے سنبھل لو' پھر آؤں گا میں۔اتنے برسوں بعد دیکھا ہے تمہیں۔بیٹھ کے گئے دنوں کی باتیں بھی کریں گے۔اچھا' چلتا ہوں۔'' ماتھے تک ہاتھ لے جا کر سلام کیا اور مڑ گیا۔

اب وہ ٹہلتا ٹہلتا سڑک پہ دور جاتا دکھائی دے رہا تھا اور تالیہ....وہ شل کھڑی تھی۔

جیسے کاٹو تو لہو نہیں۔

مارو تو جان نہیں۔



نمرہ احمد کا یہ خوبصورت ناول حالم ابھی جاری ہے۔بقیہ واقعات اگلی قسط میں پڑھیے۔